ماہنامہ
دخترانِ اسلام
لاہور
جولائی 2022ء

خواطر کی اقسام اور مضمرات
شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کا خصوصی خطاب

حجِ بیت اللہ کی حکمتیں

فلسفۂ حج و مناسکِ حج

ذوالحجہ: قربانی کا مہینہ

احوالِ مصطفی ﷺ بزبانِ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

خوشحال پاکستان مگر کیسے؟

انسانی ترقی میں تعلیمی اداروں کا کردار

سانحہ ماڈل ٹاؤن کے 8 سال گزرنے کے باوجود ورثاء کو انصاف نہ ملنے پر پاکستان عوامی تحریک کا ملک گیر احتجاج، خواتین کی بھرپور شرکت

خواتین میں بیداریٔ شعور و آگہی کیلئے کوشاں

ماہنامہ دخترانِ اسلام لاہور

جلد: 29 شمارہ: 6 / ذوالحج ۱۴۴۳ھ / جولائی 2022ء

زیرِ سرپرستی
بیگم رفعت جبین قادری

چیف ایڈیٹر
قرۃ العین فاطمہ

ایڈیٹر
اُم حبیبہ اسماعیل

ڈپٹی ایڈیٹر
نازیہ عبدالستار

فہرس

اداریہ

(عیدالاضحیٰ اور جذبہ ایثار و قربانی)		4

فکرِ شیخ الاسلام

خواطر کی اقسام اور مضمرات	مرتبہ: نازیہ عبدالستار	5
فلسفۂ حج و مناسک حج	ڈاکٹر زیب النساء سرویا	9
ذوالحجہ: قربانی کا مہینہ	سماوہ سلطان	14
احوالِ مصطفیٰ ﷺ بزبانِ حضرت عائشہؓ	سعدیہ کریم	19
حج بیت اللہ کی حکمتیں	رابعہ فاطمہ	23
انسانی ترقی میں تعلیمی اداروں کا کردار	پروفیسر حلیمہ سعدیہ	27
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ	عائشہ مبشر	29
خوشحال پاکستان، مگر کیسے؟	سمیہ اسلام	34
فقہی مسائل: شبِ عید عبادت کی فضیلت	خصوصی رپورٹ	37
گلدستہ: اسلام کی نصیحتیں	مرتبہ: حافظہ سحر عنبرین	39

مجلس مشاورت

نور اللہ صدیقی، ڈاکٹر فوزیہ سلطانہ، ڈاکٹر نبیلہ اسحاق
ڈاکٹر شاہدہ مغل، ڈاکٹر فرخ سہیل، ڈاکٹر سعدیہ نصر اللہ
مسز فریدہ سجاد، مسز فرح ناز، مسز حلیمہ سعدیہ
مسز راضیہ نوید، سدرہ کرامت، مسز رافعہ علی
ڈاکٹر زیب النساء سرویا، ڈاکٹر نورین روبی

رائٹرز فورم

آسیہ سیف، سعدیہ کریم، جویریہ سحرش
جویریہ وحید، ماریہ عروج، سُمیّہ اسلام

کمپیوٹر آپریٹر: محمد اشفاق انجم
گرافکس: عبدالسلام —— فوٹو گرافی: قاضی محمود الاسلام

مجلّہ دخترانِ اسلام میں آنے والے جملہ پرائیویٹ اشتہار خلوص نیت سے شائع کیے جاتے ہیں، ادارہ کی کسی کاروبار میں شراکت ہے اور نہ ہی ادارہ فریقین کے درمیان کسی بھی قسم کے لین دین کا ذمہ دار ہوگا۔

بدلِ اشتراک: آسٹریلیا، کینیڈا، مشرق بعید، امریکہ: 15 ڈالر مشرق وسطیٰ، جنوب مشرقی ایشیا، یورپ، افریقہ: 12 ڈالر

ترسیلِ زر کا پتہ: منی آرڈر / چیک / ڈرافٹ بنام حبیب بنک لمیٹڈ منہاج القرآن برانچ اکاؤنٹ نمبر 01970014583203 ماڈل ٹاؤن لاہور

قیمت فی شمارہ -/70 روپے

سالانہ خریداری -/800 روپے

رابطہ: ماہنامہ دخترانِ اسلام 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور فون نمبرز: 3-042-5169111 فیکس نمبر: 042-35168184

Visit us on: www.minhaj.info E-mail:sisters@minhaj.org

فرمان الٰہی

وَلَا یَحۡزُنۡكَ الَّذِیۡنَ یُسَارِعُوۡنَ فِی الۡكُفۡرِ ۚ اِنَّهُمۡ لَنۡ یَّضُرُّوا اللّٰهَ شَیۡـًٔا ؕ یُرِیۡدُ اللّٰهُ اَلَّا یَجۡعَلَ لَهُمۡ حَظًّا فِی الۡاٰخِرَةِ ۚ وَلَهُمۡ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ. اِنَّ الَّذِیۡنَ اشۡتَرَوُا الۡكُفۡرَ بِالۡاِیۡمَانِ لَنۡ یَّضُرُّوا اللّٰهَ شَیۡـًٔا ۚ وَلَهُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ. وَلَا یَحۡسَبَنَّ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡۤا اَنَّمَا نُمۡلِیۡ لَهُمۡ خَیۡرٌ لِّاَنۡفُسِهِمۡ ؕ اِنَّمَا نُمۡلِیۡ لَهُمۡ لِیَزۡدَادُوۡۤا اِثۡمًا ۚ وَلَهُمۡ عَذَابٌ مُّهِیۡنٌ.

(آل عمران، ۳: ۱۷۶ تا ۱۷۸)

”(اے غمگسارِ عالم!) جو لوگ کفر (کی مدد کرنے) میں بہت تیزی کرتے ہیں وہ آپ کو غمزدہ نہ کریں، وہ اللہ (کے دین) کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، اور اللہ چاہتا ہے کہ ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہ رکھے، اور ان کے لیے زبردست عذاب ہے۔ بے شک جنہوں نے ایمان کے بدلے کفر خرید لیا ہے وہ اللہ کا کچھ نقصان نہیں کر سکتے، اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ اور کافر یہ گمان ہرگز نہ کریں کہ ہم جو انہیں مہلت دے رہے ہیں (یہ) ان کی جانوں کے لیے بہتر ہے، ہم تو (یہ) مہلت انہیں صرف اس لیے دے رہے ہیں کہ وہ گناہ میں اور بڑھ جائیں اور ان کے لیے (بالآخر) ذلّت انگیز عذاب ہے۔“

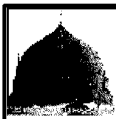

فرمان نبوی ﷺ

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رضی اللہ عنہ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ، يَقُوْلُ: مَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَبْتَغِي فِيْهِ عِلْمًا سَلَكَ اللهُ لَهُ طَرِيْقًا إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَتَضَعُ أَجْنِحَتَهَا، رِضَاءً لِطَالِبِ الْعِلْمِ وَإِنَّ الْعَالِمَ لَيَسْتَغْفِرُ لَهُ مَنْ فِي السَّمٰوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ حَتَّى الْحِيْتَانُ فِي الْمَاءِ، وَفَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ، كَفَضْلِ الْقَمَرِ عَلَى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ، إِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ إِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوْا دِيْنَارًا، وَلَا دِرْهَمًا، إِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ، فَمَنْ أَخَذَ بِهِ، أَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ. رَوَاهُ أَبُوْ حَنِيْفَةَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاللَّفْظُ لَهُ.

”حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جو آدمی طلبِ علم میں کسی راستہ پر چلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت کے راستے پر چلا دیتا ہے۔ اور بیشک فرشتے طالبِ علم کی رضا کے حصول کے لئے اس کے پاؤں تلے اپنے پر بچھاتے ہیں۔ اور عالم کے لئے زمین و آسمان کی ہر چیز یہاں تک کہ پانی میں مچھلیاں بھی مغفرت طلب کرتی ہیں۔ اور عابد پر عالم کی فضیلت ایسے ہی ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کی فضیلت تمام ستاروں پر ہے۔ اور بے شک علماء انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں۔ بے شک انبیاء کرام کی وراثت درہم و دینار نہیں ہوتی بلکہ ان کی میراث علم ہے پس جس نے اسے پایا اسے (وراثتِ انبیاء سے) بہت بڑا حصہ مل گیا۔“

(المنہاج السوی من الحدیث النبوی ﷺ، ص ۴۳۰)

خواب

اندازِ بیاں گرچہ بہت شوخ نہیں ہے
شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات
یا وسعتِ افلاک میں تکبیرِ مسلسل
یا خاک کے آغوش میں تسبیح و مناجات
(کلیات اقبال،ص:۶۷۳)

تعبیر

ہم نے اسلام اور اس کے نظریات سے جمہوریت کا سبق سیکھا ہے۔ اسلام نے ہمیں انسانی مساوات، انصاف اور ہر ایک سے رواداری کا درس دیا۔ ہم ان عظیم الشان روایات کے وارث اور امین ہیں۔
(امریکی نامہ نگار سے انٹرویو، فروری 1948ء)

تکمیل

قلب کی بیماری کا آغاز خطرہ سے ہوتا ہے۔ یہ وہ پہلا خیال ہے جو دل و دماغ میں آتا ہے اور گزر جاتا ہے۔ اس نے ابھی دل میں وجود اور جگہ نہیں پائی۔ بس آیا اور گزر گیا۔ ''خطرہ'' وہ بڑا خیال ہے جو یکسوئی اور اطمینان کو خراب کردے اور ہیجان پیدا کردے۔ قرونِ اولیٰ میں ہمیشہ طلبہ کو یہ سبق دیا جاتا تھا کہ ''خطرہ'' کے وقت فوراً چوکنے ہو جاؤ اور دل کی چوکیداری کرو۔ اس لیے کہ ''خطرہ'' اندر کے اطمینان، عبادت، اچھائی، سخاوت، استغفار، اچھا برتاؤ اور اس جیسی رغبتوں اور کیفیتوں کو ڈی فوکس کرتا ہے اور بدی کی جگہ پیدا کرتا ہے۔ اگر اس خیال و خطرہ کو آتے ہی بلاک نہ کیا تو یہ خیال دوبارہ آئے گا یہیں سے دل کی روحانی مریض ہونے کا سفر شروع ہوتا ہے۔
(خطاب شیخ الاسلام بعنوان: باطنی بیماری کا نکتہ آغاز، ماہنامہ منہاج القرآن جون 2022ء)

اداریہ

عیدالاضحیٰ اور جذبہ ایثار وقربانی

دین اسلام کی دو اہم عیدوں میں ایک عید الاضحیٰ ہے، جو ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو عالمِ اسلام میں پورے جوش وخروش سے منائی جاتی ہے۔ اس عید کا آغاز 624ء میں ہوا۔ نبی کریمؐ کی ہجرت سے پہلے اہلِ مدینہ دو عیدیں مناتے تھے، جن میں وہ لہو و لعب میں مشغول رہتے تھے اور بے راہ روی کے مرتکب ہوتے تھے۔ آپؐ نے دریافت کیا کہ ان دونوں کی حقیقت کیا ہے؟ ان لوگوں نے عرض کیا کہ عہدِ جاہلیت سے ہم اسی طرح دو تہوار مناتے چلے آرہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ نے اس سے بہتر دو دن تمہیں عطا کیے ہیں، ایک عید الفطر کا دن اور دوسرا عید الاضحیٰ کا دن۔ عیدالاضحیٰ ایک انتہائی بامقصد اور یادگار دِن ہے، اس دِن کی دُعاؤں کی قبولیت کا عندیہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دیا گیا ہے، لہٰذا ہمیں چاہیے کہ روزِ عید ہم سب مل کر توبہ استغفار کریں۔ زبانی نہیں، عملی توبہ۔ پروردگار کے حضور گڑگڑا گڑگڑا کر دُعا کریں، اپنی کوتاہیوں، گناہوں کی معافی طلب کریں اور اپنے رب کو راضی کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں۔ یاد رہے، دُنیا کی ابتدا ہی سے قربانی تمام مذاہب کا ایک لازمی حصّہ رہی ہے۔ یہ اللہ کے حضور جان کی نذر ہے، جو کسی جانور کو قائم مقام ٹھہرا کر پیش کی جاتی ہے۔ عیدالاضحیٰ کے دن جانور کے گلے پر رسماً اور عادتاً چھری چلائی جائے تو بہت آسان ہے لیکن اگر اسوۂ ابراہیمی کو مدنظر رکھا جائے تو پھر اس کے لئے انسان کو پہلے ان مراحل کو سامنے رکھنا پڑتا ہے جن سے حضرت ابراہیم علیہ السلام گزرے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ساری زندگی مسلسل قربانیوں سے عبارت ہے۔

محبوبانِ الٰہی کو امتحان اور آزمائش کی سخت ترین منزلوں سے گزرنا پڑتا ہے، اور قدم قدم پر جاں نثاری، تسلیم ورضا کا مظاہرہ کرنا ہوتا ہے۔ امت مسلمہ کا اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعد تمام مخلوقات میں انبیائے کرام علیہم السلام کا مرتبہ ہے، اور وہی اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب واقرب ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجی گئی آزمائش میں پورے اترے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لئے ربّ کریم کے ہر حکم کے سامنے سرِتسلیم خم کیے۔ انبیائے کرام علیہم السلام کو اشاعت دین کی محنت کے سبب امتحان وآزمائش سے دوچار ہونا پڑا، ہر نبی اور رسول کے امتحان کا انداز مختلف تھا۔ اللہ تعالیٰ کے انہیں برگزیدہ پیغمبروں میں سے ایک سیّدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں، آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر اور تسلیم ورضا اور اطاعت ربانی کے پیکر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا خلیل (گہرا دوست) قرار دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ساری زندگی استقامت دین کے لیے پیش کی جانے والی عظیم قربانیوں سے عبارت ہے۔ اللہ ربّ العزت کو آپ علیہ السلام کا جذبہ قربانی واستقامت اسقدر پسند آیا، کہ یہی جذبہ قربانی ہر دور کے لیے ایمانی معیار اور کسوٹی قرار دیا گیا ہے۔ آپ علیہ السلام ہر امتحان وآزمائش میں کامیاب وکامران ہوئے۔ یہاں تک کہ عقیدہ توحید بیان کرنے اور بت شکنی کی پاداش میں آپ علیہ السلام کو بادشاہ نمرود نے آگ میں ڈالا تو آپ علیہ السلام عظمت دین اور عقیدہ توحید کی سربلندی کے لیے پوری طرح ثابت قدم رہے۔ بالآخر اللہ تعالیٰ کا فرمان مبارک جاری ہوا ہم نے حکم دیا آگ کو، اے آگ! سرد ہو جا اور ابراہیم علیہ السلام پر سلامتی والی ہو جا۔

اسلامی تاریخ جن خواتین پر فخر کرتی ہے اور جنھوں نے اپنے ایمان ویقین کی دلچسپ اور ولولہ انگیز تاریخ رقم کی ان میں حضرت ہاجرہؓ کا نام اہم ہے۔ جن کی زندگی قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے بالعموم اور عورتوں کے لیے بالخصوص ایک پیغام اور سبق ہے۔ حضرت ہاجرہؓ حضرت ابراہیمؑ کی وفاشعار اہلیہ اور حضرت اسماعیلؑ کی عظیم ترین ماں تھی، ابنیاء کرامؑ کی فہرست میں یہ ایسا قابلِ رشک گھرانہ ہے جس کا ہر فرد جذبہ عشق ومحبت سے سرشار اور تسلیم ورضا کا پیکر تھا، اللہ تعالیٰ کی محبت اور فنائیت میں حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسماعیلؑ اور حضرت ہاجرہؓ نے بڑے بڑے امتحانات دیئے اور رہتی دنیا تک ایک مثالی خاندان ہونے کی یادگار چھوڑ گئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عیدالاضحیٰ کے مقدس دن ایثار وقربانی کا پیکر بنائے اور زیادہ سے زیادہ مستحقین کی مدد کرنے کی توفیق دے۔ (چیف ایڈیٹر)

فکرِ شیخ الاسلام

خواطر کی اقسام اور مضمرات

خطرہ کو تصوف کی اصطلاح میں الخواطر کہتے ہیں

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا فکر انگیز خطاب

مرتبہ: نازیہ عبدالستار

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا. (الانعام،٦: ١١٢)

”اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لیے انسانوں اور جنوں میں سے شیطانوں کو دشمن بنا دیا جو ایک دوسرے کے دل میں ملمّع کی ہوئی (چکنی چپڑی) باتیں (وسوسہ کے طور پر) دھوکہ دینے کے لیے ڈالتے رہتے ہیں۔“

وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ط اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ. (الانعام،٦: ١٢٠)

”اور تم ظاہری اور باطنی (یعنی آشکار و پنہاں دونوں قسم کے) گناہ چھوڑ دو۔ بے شک جو لوگ گناہ کما رہے ہیں انہیں عنقریب سزا دی جائے گی ان (اعمالِ بد) کے باعث جن کا وہ ارتکاب کرتے تھے۔“

باطنی خیالات، تصورات اور خواہشات جو جنم لیتے ہیں اس کے حصول کے لیے توجہ قائم ہوتی ہے۔ خواہ صحیح سمت ہو یا غلط۔ اللہ پاک غلط سمتوں سے محفوظ رکھے۔ صحیح صحت میں یکسوئی عطا فرمائے۔ ہر کام جو یکسوئی کو ختم کرے وہ شیطان کا عمل ہے۔ ہر وہ چیز جو شک پیدا کرے اور یقین کو کمزور کرے وہ عمل شیطانی ہے۔ تشکیک سے ہی انسان حق کا راستہ چھوڑتا ہے۔ اس کے داخلی و خارجی اسباب ہیں۔ جب افراد کے درمیان چپقلش ہوتی ہے اس کا اثر افکار، خیالات اور اذہان پر مرتب ہوتا ہے۔ اختلاف کسی فرد سے اس کے نکتہ نظر، اس کے رویہ سے اس کے طرزِ عمل سے ہوتا ہے۔ اس کا اثر اس کی اچھی سوچ پر پڑتا ہے کیونکہ دونوں خیر کی راہ پر تھے۔ لیکن باہمی اختلاف سے خیر کی راہ چھور کر شر کی راہ پر چل پڑتے ہیں۔ دوری صرف فرد سے نہیں ہوتی بلکہ دوری اچھی سوچ سے بھی ہوتی چلی جاتی ہے۔ کبھی سوچیں بندوں کو آپس میں قریب کر دیتی ہیں، کبھی سوچیں بندوں کو دور کر دیتی ہیں۔

اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ط كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ. (الانعام،٦: ١٢٢)

”بھلا وہ شخص جو مُردہ (یعنی ایمان سے محروم) تھا پھر ہم نے اسے (ہدایت کی بدولت) زندہ کیا اور ہم نے اس کے لیے (ایمان و معرفت کا) نور پیدا فرما دیا (اب) وہ اس کے ذریعے (بقیہ) لوگوں میں (بھی روشنی پھیلانے کے لیے) چلتا ہے اس شخص کی مانند ہو سکتا ہے جس کا حال یہ ہو کہ (وہ جہالت اور گمراہی کے) اندھیروں میں (اس طرح گھرا) پڑا ہے کہ اس سے نکل ہی نہیں سکتا۔ اسی طرح کافروں کے لیے ان کے وہ اعمال (ان کی نظروں میں) خوشنما دکھائے جاتے ہیں جو وہ انجام دیتے رہتے ہیں۔“

بعض اثرات دلوں کو مردہ کر دیتے ہیں۔ بعض

اثرات دلوں کو زندہ کردیتے ہیں۔ زندہ دلوں میں نور آجاتا ہے وہ نور پھر دوسرے دلوں کو منتقل ہوتا ہے۔ ایک شخص کے دل کا نور بہت سے دلوں کی ظلمت کو مٹاتا اور دلوں میں نور داخل کرتا ہے۔ یہ اثرات وثمرات ہیں۔

خطرہ کو تصوف کی اصلاح میں الخواطر بھی کہتے ہیں۔خواطر کی چار اقسام ہیں۔

خواطر کا معنی:

خواطر سے مراد جو پیغام دل پر وارد ہوتا ہے۔ وہ ایک کال ہے جو کسی سمت آپ کو رغبت دلارہی ہے۔ خواطر ایسی چیز ہے جو بغیر ارادے کے وارد ہوتا ہے۔ یہ ایسا خیال ہوتا ہے جو دل میں اچانک آتا ہے۔

کوئی شخص اس وقت تک شر کو دفع نہیں کرسکتا جب تک شر کو پہچانے نہیں، کوئی شخص گناہ کو اس وقت تک نہیں چھوڑ سکتا جب تک اس کو معصیت کی پہچان نہ ہو کہ یہ کیا ہے جس سے اللہ نے مجھے منع کیا ہے۔ کیوں منع کیا ہے؟ اللہ کی کتنی ناراضگی ہے اس کا انجام کیا ہوگا؟ اس کے میرے دل، میرے نامہ اعمال پر کیا اثرات ہوں گے۔ دراصل ہم نے دین کو اتنا ہلکا لے لیا ہے ہم کسی چیز کو رک کر غوروفکر کے ساتھ سوچتے ہی نہیں۔ سرسری سا سنتے، پڑھتے اور سوچتے اور چلے جاتے ہیں۔ ہماری زندگی میں تعمل اور تفکر نہیں ہے۔ جب تک نقصانات کی پہچان نہ ہو تب تک برائی کی جڑ کاٹ نہیں سکتے۔ جب برائی کا قلع قمع ہوگا تب دل کی تختی پر نیکی کے ثبت ہونے کی جگہ ہوگی۔

اس لیے برے خیالات کو مٹانے کو تو تزکیہ کہتے ہیں۔ اگر دل و دماغ میں گناہوں، معصیت اور برائی کا مضامین لکھا ہوا اور نیا مضمون لکھنے کے لیے پہلے برے خیالات کو مٹانا پڑتا ہے۔ اس لیے پہلے تزکیہ ہوتا ہے پھر تصفیہ ہوتا ہے۔ پہلے جگہ کو خالی کرتے ہیں پھر اسے نیکی، تقویٰ، اطاعت و عبادت سے مزین کرتے ہیں۔ جبکہ اگر ہمارے دماغ کی تختی بدی، برائی، شر، حسد، فاحشہ کاری، لالچ، تمنا اور تکبر ان تمام برائیوں سے بھری پڑی ہے۔خواطر نفسانی کا ہجوم ہے معصیت کاری بھی ہے۔ اس کے ساتھ ہم نمازیں بھی پڑ رہے ہیں۔ روزے اور صدقہ خیرات بھی کررہے ہیں۔ گناہ اور بدی سے بھری ہوئی تختی پر نیکیوں کی عبارت بھی لکھنا چاہتے ہیں تو اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ نماز، روزہ، صدقہ خیرات کے باوجود بندہ نہیں بدلتا وہی کا وہی رہتا ہے۔ اس کے شر و معصیت میں کمی واقع نہیں ہوتی۔ سوچوں کی تباہی میں کمی نہیں آتی۔ اس لیے اللہ کے نبی نے ہمیں کلمہ طیبہ میں پہلے لا بتا کر باطنی معبدوں کی نفی کردی۔ کوئی عبادت و پرستش کے لائق نہیں۔ سارے باطل نقش و نگار مٹادیئے۔ اس کے بعد جگہ بنی تو فرمایا الا اللہ۔ الا اللہ تب ہوتا ہے جب نفی کے پانی سے باطل نقش و نگار مٹادیتے ہیں۔ جیسے جب پینٹ کرواتے ہیں تو پہلے پچھلے رنگ کو رگڑ کر صاف کرتے ہیں پھر جو رنگ چڑھانا چاہتے ہیں کرواتے ہیں۔ زندگی کے ہر معاملے میں ایک ہی اصول ہے۔ نظام قدرت کے اندر وحدت کا رنگ ہے۔

خواطر نفسانی:

خواطر نفسانی ایک ایسا خیال ہے جو دل پر وارد ہوتاہے جس میں نفس کے لیے کوئی لذت ہوتی ہے اس کو تصوف کی اصطلاح میں ھاجز بھی کہتے ہیں۔ اگر محسوس کریں کہ میرا دل اس طرف راغب ہورہا ہے۔سمجھ لیں کہ خواطر نفسانی آیا ہے۔ یہ انسان کے اختیار میں ہے اس خواطر کو آن کرلیں یا بلاک۔نفس ہو یا شیطان وہ القاء کرتے ہیں اس کو سپر آرٹیفیشیل انٹیلی جنس کہتے ہیں۔

آرٹیفیشیل انٹیلی جنس دفتروں میں بیٹھے یہاں تک کام کررہے ہیں اگر آپ نے ایک چیز ایک بار دیکھی وہ ان کو آپ کے سیل فون سے پتا چل جاتا ہے اس نے یہ چیز شوق سے دیکھی ہے۔ اگلی بار آپ سیل فون کھولیں گے انہی چیزوں کی ایڈ شروع ہوجائے گی۔ سپلائی لائن شروع ہوجائے گی۔ پہلے ایک خطرہ آیا تھا پھر خواطر شروع ہوجائیں گے۔نئی سے نئی چیزیں بھیجیں گے جس کو دیکھتے رہیں گے۔ رفتہ رفتہ دیکھنے والے کے اندر اس کی رغبت پیدا ہوجائے گی۔

نفس و شیطان کا ایک جوڑ ہوتا ہے وہ ایک خیال پھینکتا ہے وہ

دیکھتا ہے۔ یہ خواطر نفسانی ہے۔

خواطر شیطانی:

اگر ایسے خیالات آئیں جس میں احکام شریعت سے بیزاری، کراہت نماز نہ پڑھنے کو دل چاہے، غفلت آجائے۔ روزے سے اکتاہٹ ہو۔ تلاوت میں رغبت نہ رہے نیکی کے کاموں سے دور بھاگیں۔

شریعت کے احکام سے تنگ، کسالت، کمزوری، غفلت پیدا ہو۔ اللہ کے احکام سے دوری ہو۔ اس طرح محسوس کریں تو سمجھ لیں خواطر شیطانی ہے۔ شیطانی خواطر ہو تو اس کو وسوس کہتے ہیں جس کا ذکر قرآن میں سورۃ الناس میں کیا ہے۔ اس طرح فرق کر سکتے ہیں کہ طبیعت کے اندر کیا تبدیلی آرہی ہے۔ پہلے تلاوت کی طرف طبیعت مائل تھی۔ اطاعت ونیکیوں کی طرف رغبت تھی۔ شریعت کے احکام کی طرف دل یکسو تھا۔ اب بے رغبتی پیدا ہورہی ہے۔ غفلت آرہی ہے۔ اکتاہٹ وکراہت آرہی ہے حتی کہ طبیعت مخالفت تک چلی جاتی ہے۔ یہ شیطانی خواطر ہے ہر ایک کے لیے اصول ہے پہلے خواطر نے دستک دی اس کو وہیں رد کرنا ہے وہی بلاک کرنا ہے۔ اس کو جگہ نہیں دینی ورنہ ہجوم آئے گا۔ پھر حملے آئیں گے۔ کوئی نہ کوئی چیز آپ کو پسند آجائے گی پھر آپ اس میں گزرتے چلے جائیں گے۔

سوشل میڈیا جہاں اس سے خیر کے کام لیتے ہیں شر کے اعتبار سے بھی بڑا دجالی فتنہ ہے کیونکہ انسان کے ہاتھ میں پورا گناہوں کا منبع ہے جو شے طبیعت کو رغبت دے اس کو کھولتے چلے جاتے ہیں دیکھتے چلے جاتے ہیں۔ گناہ دیکھتے اور سنتے چلے جاتے ہیں۔ پہلے یہ خرابیاں صرف TV پر تھیں اب سوشل میڈیا کے ذریعے ہاتھ میں آگئیں۔ اس کو دیکھتے چلے جاتے ہیں حتی کہ ہلاک ہوجاتے ہیں۔ بچ نکلنے کا راستہ نہیں رہتا۔

خواطر ملکی:

اسی طرح مثبت طرف بھی دو خواطر ہیں۔ خواطر نفس دل میں خواطر ڈالتی ہے۔ باہر شیطان اس کی افواج وہ بھی خیالات دل میں ڈالتے ہیں۔ گویا داخلی حملے کے ساتھ خارجی حملے بھی ہیں۔ اس طرح دو ذرائع اللہ تعالیٰ نے آپ کو خیر کی طرف لے کر جانے کے لیے بنائے ہیں اس کا نام داخلی ہے۔ داخلی کو خواطر ملکی کہتے ہیں۔ یہ فرشتوں کا الہام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک انسان کے ساتھ ایک فرشتہ اور ایک شیطان بھی مقرر کیا ہے۔ فرشتہ انسان کے اندر نیکی کے خیالات ڈالتا ہے جبکہ شیطان اور نفس يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ (الناس،۱۱۴:۵) آپ کے دل میں برا خیال ڈالتے ہیں۔ وہ جنوں میں سے بھی ہے اور انسانوں میں سے بھی ہیں۔ پھر جنات اور الناس کہا جنوں کی سمجھ آگئی کہ جنات وسوسہ ڈالتے ہیں۔ انسانوں میں سے مراد یہ ہے اللہ تعالیٰ بعض انسانوں کو ایسی طبیعتیں دیتا ہے کہ انسانوں میں ایسی تبدیلی آجاتی ہے وہ شیطانوں کا رول اختیار کر لیتے ہیں۔

قرآن کا اختتام اس بات پر ہوا کہ بھولے بھٹکے نہ رہو جتنے انسان ہیں اتنے شیطان بھی ہیں جو شک، انتشار، حق سے ہٹانے، ہدایت سے محروم کرنے کے خیالات تمہارے دل میں ڈالتے رہتے ہیں۔ اسی قدر سوسائٹی میں اعزا اقارب میں انسان بھی ہیں۔ انہوں نے بھی شیطان کا روپ دھار لیا ہے۔ وہ بھی وسوسہ ڈالتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کیا کر رہے ہو یہ پرانی باتی ہیں۔ یقین کو توڑتے ہیں۔ شکوک وشبہات پیدا کرتے ہیں تذبذب میں مبتلا کرتے ہیں۔ وہ بھی شیطانوں کی طرف گھڑے میں پھینکتے اور ہلاک کر دیتے ہیں۔ اس کے توڑ کے لیے اللہ رب العزت نے ملائکہ بھی رکھے ہیں وہ جو نیک خیالات انسانوں میں ڈالتے ہیں۔ اگر دین کی طرف، اطاعت ونیکی کی طرف رغبت پیدا ہوجائے سمجھ لیں کہ فرشتہ نے الہام کیا ہے۔ اس کو خاطر ملکی کہتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَأَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا. (الشمس۹۱:۸)

’’پھر اس نے اسے اس کی بدکاری اور پرہیزگاری (کی تمیز) سمجھا دی۔‘‘

خواطر ربانی:

چوتھی قسم خیر کی خواطر ربانی ہے۔ دل نیکی پر جمع

جائے۔ جب اللہ کی اطاعت میں پختگی آجائے، نماز، روزہ، خیر اور اطاعت میں پختگی آجائے اور شر سے نفرت آجائے۔ گناہ اور جھوٹ سے نفرت آجائے۔ سچ بولنے میں پختگی آجائے۔ کسی صورت و ضرورت کے وقت بھی جھوٹ نہ بولیں دل، تقویٰ، طہارت، عبادت اور نیکی پر جم جائے تو اس کو خواطر ربانی کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے ساتھ ایک فرشتہ مقرر کیا ہے۔ اللہ اس کو کہتا ہے کہ تو میرے بندے کی مدد کر۔ پھر بندے پر چھوڑ دیا جاتا ہے کہ وہ نفس کے برے خیالات کی طرف جاتا ہے۔ یا نیکی کے خیالات کی طرف جاتا ہے۔

یہ معرکہ میدان جنگ ہے اس کے بعد مجاہدہ، ریاضیات اور کوششیں ہیں۔ داخلی اور خارجی مدد جو ہونی تھی وہ ہوگئی۔ اس کے بعد بندے کی محنت و کوشش ان تصور کو حدیث مبارکہ میں بیان کیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ راوی ہیں۔

شیطان کا ابن آدم کے ساتھ جوڑ ہے۔ وہ اس کا قرین اور ساتھی ہے ترمذی میں ہے۔ ایک شیطان ہر ایک انسان کے ساتھ ہے۔ اس طرح ایک فرشتے کو انسان کے ساتھ جوڑا ہوا ہے۔ وہ وقتاً فوقتاً اپنا خیال ڈالتا رہتا ہے اور شیطان بھی ڈالتا رہتا ہے۔ وہ دو چیزیں القاء کرتا ہے ایک تو وہ شر کے لیے رغبت پیدا کرتا ہے، دوسرا خوف دلاتا ہے۔ حق کے بارے میں شک پیدا کرتا ہے۔ یقین کا درجہ علم کہتا ہے۔ اس میں وہ تکذیب کا عنصر شامل کر کے بندہ کو حق کا منکر بنانا چاہتا ہے۔ شک کیسے پیدا کرتا ہے۔ اس کی درجہ بندی ہے سب سے پہلے حق پر انسان کو یقین تھا۔ اس میں اس نے تھوڑی سی کمی کردی۔ پھر وہ نیچے آگیا اور یقین کا درجہ چھوٹ گیا اور ظن کے درجے پر آگیا اور یقین سے محروم ہوگیا۔ کمزور یقین آگیا پھر وہ آپ کے اندر برے خیالات ڈالتا ہے۔ پھر ظن سے گرا کر شک پر لے آتا ہے۔ شک میں آکر 50،50 ہوجاتے ہیں راستے کے درمیان میں آگئے پھر سمجھ نہیں آتی کون سا راستہ درست ہے۔

شیطان جتنا حصہ رہ گیا ہے اس کو کمزور کرتا ہے

شیطان محسوسات کے ذریعے بھی حملہ آور ہوتا ہے۔ عقل، نظریات بحث و تمحیص اور فلاسفی کے ذریعے بھی حملہ کرتا ہے۔ شیطان نے اللہ رب العزت سے وعدہ کیا ہے کہ میں سامنے سے بھی آؤں گا پیچھے سے بھی آؤں گا۔ تمہاری عقل میں اپنے فلسفے، خیالات،، افکار ڈال دوں گا کہ تم برباد ہوجاؤ گے۔ دائیں سے بھی آؤں گا اور بائیں سے بھی آؤں گا۔ شہوتوں سے بھی آؤں گا اور چھپے ہوئے خیالات سے بھی آؤں گا۔ شیطان چاروں طرف سے جڑا ہوا ہے۔ وہ انکار کی طرف عوامل داخل کرتا ہے پھر زندگی کے حالات بھی اثر انداز ہوتے ہیں۔ کاروبار خراب ہوگیا۔ چیزیں جڑ جاتی ہیں۔ ذہن یقین کو چھوڑ چکا ہوتا ہے۔ ظن کو چھوڑ کر شک پر آیا ہوا ہے۔ کاروبار نہیں جاب نہیں اس سے فرسٹریشن ہوتی ہے۔ انسان اپنے یقین کو زائل کرتا ہے اطاعت اور ختم ہوتی ہے۔ یکسوئی اور خراب ہوتی ہے نیکی اور ختم ہوتی ہے اس کے برعکس اور چیزیں زندگی کے اندر داخل ہوتی ہیں۔ گھر میں بیوی کے ساتھ جھگڑے، بچوں کے مسائل، جاب نہیں ہے، معاشی و سماجی کاروبار و تجارت، یہ سارے حالات و واقعات یکسوئی پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ شک سے نیچے گرے تو وہم پر آگئے، بس ایک خیال سا رہ گیا۔ شیطان چاہتا ہے انکار تک لے جاؤں۔ انکار کا مطلب لاعلمی جب انسان آؤٹ ہوتا ہے۔ دل اتنا مردہ ہوچکا ہوتا ہے اس کو احساس بھی نہیں ہوتا۔ میرا کیا نقصان ہوگیا۔ فرشتہ چاہتا کہ یقین و حق کی طرح جائیں۔ شیطان چاہتا ہے شر کی طرف گریں۔ انکار کی طرف جائیں جو انسان اپنے دل کے اندر خیر کی رغبت پائے دل کو حق کے لیے تصدیق پائے۔ وہ جان لے کہ یہ کرم اللہ کی طرف سے ہوا ہے۔ اگر وہ سمجھے میرے اندر خیر کا سفر شروع ہوگیا ہے اللہ کی حمد کرے۔ اگر دوسرے کیفیت معلوم کریں شیطان سے پناہ مانگے شیطان تمہیں فقر و تنگی کا خوف دلاتا ہے۔ ظلم کی طرف لے جاتا ہے۔ معصیت و گناہ کی طرف لے جاتا ہے۔ فسق و ظلم کی طرف لے جاتا ہے۔ گناہ اور معصیت کی طرف لے جاتا ہے، غفلت کی طرف لے جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆

فلسفۂ حج ومناسک حج

اخلاص کے ساتھ فریضہ حج ادا کرنے والے گناہوں سے پاک صاف ہو جاتے ہیں

دکھاوے کے لئے حج کرنے والوں کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہو گا

ڈاکٹر زیب النساء سرویا

انسان اشرف المخلوقات ہے۔خالق کائنات نے اسے بے شمار صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ محبت کے لطیف جذبہ سے بھی نوازا ہے لیکن ساتھ ہی اس امر پر بھی زور دیا ہے کہ دنیا اور اس کی موجودات سے محبت کو کسی صورت بھی اللہ اور اس کے محبوب رسول خاتم النبین ﷺ کی محبت پر غالب نہ آنے دیا جائے تو ایمان کی سلامتی ہے۔

انسان اگر اس جذبہ محبت کو خلوص و وفاداری سے پروان چڑھائے تو قلب کو رجوع الی اللہ رکھے تو وہ مظہر یادمحبوب حقیقی بن جاتا ہے۔صرف یہی نہیں اللہ اور اس کے رسول کی سچی محبت اسے علائق دنیوی اور افراد زمانہ سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ وہ مادی نفع ونقصان اور عقل وخرد کے فیصلوں کو نظر انداز کر کے آل اولاد اور تمام خونی رشتوں سے رغبت کم کر کے اپنے خالق و مالک حقیقی کی طرف کھینچا چلا جاتا ہے اور اس کے تمام احکامات کو بلا چون و چرا ماننے لگتا ہے۔ مومن کا اللہ سے عشق اسے دنیا و ماسوا سے بیگانہ بنادیتا ہے اور مومن قلب میں عشق کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ بندہ اپنے جذبات کی تسکین کے لیے رجوع الی اللہ کرتا ہے تو جواب ملتا ہے اگرتم عشق کے تقاضوں کو پایہ تکمیل تک پہنچانا چاہتے ہوتو اللہ کے گھر حج کے لیے آؤ۔

حج اور اس کے مناسک شعائر اللہ ہیں۔ ان کی تعظیم اور ادب عبادت سے تعبیر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء و رسلؑ کے ان واقعات حیات کو چن چن کر بنی نوع انسان کے سامنے رکھا ہے جو محبت، قربانی اور وفا کی ذیل میں ابدی معیار کا درجہ حاصل کر چکے ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ سیرت پاک میں آگ میں ڈالنے جانے کا واقعہ پہلا امتحان تھا۔ اقبال نے اسے عشق سے تعبیر کیا ہے۔

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

بیٹے کو اہلیہ حضرت ہاجرہؑ کے ساتھ بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑنا دوسرا امتحان تھا۔ اس وقت ابھی مکہ میں کعبہ کی تعمیر عمل میں نہ آئی تھی۔ پھر باپ ابراہیمؑ نے بیٹے اسماعیلؑ کے ساتھ مل کر کعبہ کی بنیادیں اٹھائیں۔ تیسرا امتحان اس بیٹے کو اللہ کی راہ میں قربان کرنے کا تھا۔ باپ بیٹا اس امتحان میں بھی کامیاب ٹھہرے۔ حضرت اسماعیلؑ کا اللہ کی راہ میں قربان ہونے کا جذبہ قربانی کی تاریخ میں بے مثل ہے۔ اقبال نے اپنے کلام میں توحید کے علمبردار ان پیغمبروں کی سیرت اور تعلیمات پر کئی پراثر شعر کہے ہیں جو ان واقعات کی طرف اشارے کرتے ہیں۔

ہر کہ در اقلیم لا آباد شد
فارغ از بند زن و اولاد شد
می کند از ماسوا قطع نظر
می نہد ساطور برحلق پسر

ترجمہ: جو کوئی توحید کی ولایت میں آباد ہوتا ہے وہ زن و اولاد کے بندھن سے آزاد ہوجاتا ہے۔ ایسا شخص غیر اللہ

سے لاتعلق ہوجاتا ہے پھر وہ بیٹے کی گردن پر بھی چھری رکھ دیتا ہے۔ ایک اور مقام پر کہتے ہیں:

یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیلؑ کو آداب فرزندی

اللہ کریم کو اپنے بندوں کی ادائیں اتنی پسند آئیں کہ انہوں نے ان کا اتباع تا قیامت واجب قرار دے دیا۔ تاریخ کے مطابق اللہ کے پہلے گھر کو حضرت آدمؑ نے مکہ میں تعمیر کیا اور یہ مقام رشد و ہدایت ٹھہرا۔ طوفان نوح کے وقت کعبہ اللہ آسمان پر اٹھالیا گیا اور روئے زمین پر اس کے آثار باقی نہ رہے۔ پھر دوبارہ حضرت خلیل اللہؑ نے حضرت اسماعیلؑ کے ساتھ کعبہ تعمیر کیا۔ اس تعمیر کی بنیاد موحد اعظم حضرت ابراہیمؑ نے خلوص اور محبت سے اٹھائی تھی۔ اس گھر کی تعمیر کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو حکم دیا کہ وہ جہان والوں کو اس گھر کی طرف آنے کی دعوت دیں۔ قرآن و حدیث میں اس دعوت ابراہیمی کا ذکر ملتا ہے۔

حج کا آغاز بعثت نبوی سے تقریباً تین ہزار سال قبل ہوا اور آپ ﷺ کی آمد تک کسی نہ کسی صورت جاری رہا۔ اگرچہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس میں کچھ تحریف ہوگئی اور کئی غلط رسوم مروج ہوگئیں۔ آپ ﷺ نے بعثت کے بعد ان تمام قبیح رسوم کا خاتمہ کیا۔ ۱۰ ہجری کا حجۃ الوداع کی عظیم مثال دنیا کے سامنے ہے۔

حج اسلام کا پانچواں اہم رکن ہے۔ اس کے لغوی معنی زیارت کا ارادہ کرنے کے ہیں۔ اصطلاح شریعت میں حج سے مراد وہ جامع عبادت ہے جس میں مسلمان بیت اللہ پہنچ کر کچھ مخصوص عبادات اور اعمال بجا لاتا ہے۔ حج میں چونکہ مسلمان بیت اللہ کی زیارت کا ارادہ کرتا ہے۔ اس لیے اسے حج کہتے ہیں۔ حج فرض عبادت ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا. (آل عمران،۳: ۹۷)

’’اور اللہ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج فرض ہے جو بھی اس تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو۔‘‘

حج ۹ ہجری میں فرض ہوا۔ حضرت علیؓ کے بیان سے واضح ہوتا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی حج کی فرضیت کا اعلان اسی وقت ہوا تھا۔ (جامع ترمذی، کتاب الحج) اور صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے اسی مفہوم کی ایک اور روایت ہے:

یا ایها الناس قد فرض علیکم الحج فحجوا.

’’اے لوگو تم پر حج فرض کیا گیا ہے، پس حج ادا کرو۔‘‘

استطاعت ہونے کے باوجود حج نہ کرنا کافرانہ روش ہے۔ جامع ترمذی میں ہے۔

عن علی قال قال رسول الله ﷺ من ملك زادا وراحلة تبلغه الى بيت الله ولم يحج فلا يموت يهوديا او نصرانيا.

’’جس شخص کے پاس حج کا ضروری سامان موجود ہو اور سواری مہیا ہو جو اس کو خانہ خدا تک پہنچا سکے اور پھر وہ حج نہ کرے تو کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ یہودی ہوکر مرے یا نصرانی ہوکر‘‘۔

یعنی استطاعت رکھنے کے باوجود حج نہ کرنے والے یہود و نصاریٰ کی طرح ہیں۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے استطاعت رکھنے والوں پر حج فرض کردیا ہے۔ حج کی اسی غیر معمولی اہمیت کے باعث حضرت محمد ﷺ نے مختلف انداز سے اس کی ترغیب دی ہے۔ ابن ماجہ میں ہے:

الحاج والعمار وفد الله ان دعوه اجابهم وان استغفروه غفرلهم.

’’حج اور عمرہ کرنے والے خدا کے مہمان ہیں وہ اللہ سے دعا کریں تو ان کی دعائیں قبول فرمائے اور اس سے مغفرت چاہیں تو وہ ان کی مغفرت فرمائے۔‘‘

بخاری و مسلم شریف میں ہے: حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ ایک شخص میدان عرفات میں حضور نبی کریم ﷺ کے بالکل قریب ہی اپنی سواری پر تھا کہ یکا یک گرا اور انتقال کرگیا۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کو غسل دے کر احرام ہی میں دفن کردو۔ یہ قیامت کے روز تلبیہ پڑھتا ہوا اٹھے گا۔ اس کا سر اور چہرہ کھلا رہنے دو۔

ترمذی و نسائی میں ہے: حج اور عمرہ پے بہ پے کیا

کرو، کیونکہ حج اور عمرہ دونوں ہی فقر و احتیاج اور گناہوں کو اس طرح دور کردیتے ہیں جس طرح بھٹی لوہے اور سونے چاندی کی میل کچیل کو صاف کرکے دور کردیتی ہے، حج مبرور کا اجر و صلہ تو بس جنت ہی ہے۔ حج کرنے والے کا مسلمان، عاقل، بالغ، صاحب استطاعت، آزاد اور جسمانی طور پر صحت مند ہونا ضروری ہے۔ یعنی اسے کوئی ایسی بیماری نہ ہو جس میں سفر کرنا ممکن نہ ہو۔ لہذا لنگڑے، اپاہج، نابینا اور زیادہ بوڑھے شخص پر خود حج کرنا واجب نہیں۔ البتہ دوسری تمام شرائط موجود ہوں تو دوسرے سے حج کراسکتا ہے۔ خاتون کے حج پر جانے کے لیے محرم کا ساتھ ہونا ضروری ہے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ یہ محرم عاقل، بالغ دین دار اور قابل اعتماد شخص ہو۔ حالت عدت میں عورت پر حج واجب نہیں۔ حج کرنے والے پر لازم ہے کہ وہ سارے ارکان مقررہ ایام، مقررہ اوقات اور مقررہ مقامات میں ادا کرے۔ حج کرنے والے کا مفسدات سے بچنا اور حج کے تمام ارکان و فرائض بجا لانا فرض ہے بصورت دیگر حج صحیح نہ ہوگا۔

جس شخص پر حج فرض ہوجائے اسے چاہیے کہ وہ اسی سال کرلے۔ بلاوجہ تاخیر کرنا اور ہر سال اگلے سال پر ڈالنا جائز نہیں۔ فریضہ حج ادا کرنے سے قبل اگر والدین ضعیف ہوں یا معذور اور حج کرنے والے کی مدد کے محتاج ہوں تو ان سے شرعاً اجازت لینا ضروری ہے۔ ایسے ہی مقروض یا ضامن کا متعلقہ افراد سے اجازت لیے بغیر حج کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ حرام سے کمائے مال سے حج کرنا حرام ہے۔ حج کرنے والا اگر خود حج پر نہ جانے کے قابل رہے تو وہ کسی دوسرے شخص کو اپنے مصارف سے حج کراسکتا ہے۔ اس کو حج بدل کہتے ہیں۔

حج کرنے والے پر لازم ہے کہ وہ میقات پر پہنچ کر احرام باندھ لے۔ مختلف ممالک کے رہنے والوں اور مسلمان ممالک کی طرف سے آنے والوں کے لیے پانچ میقات ذوالحلیفہ، ذات عرق، جحفہ، قرن المنازل اور یلملم مقرر کیے گئے ہیں۔ اہل پاکستان یلملم کے مقام سے احرام باندھتے ہیں۔ احرام باندھے بغیر مقام میقات سے آگے نکل جانا مکروہ تحریمی ہے۔ احرام باندھنا، وقوف عرفات اور طواف زیارت کرنا فرائض حج میں داخل ہے۔ احرام باندھنے سے قبل غسل کرنا سنت موکدہ ہے۔ نابالغ بچوں کے لیے بھی غسل کرنا مسنون ہے اور خواتین اگر حالت حیض و نفاس میں ہوں تو بھی غسل کرنا مسنون ہے۔ پانی کی عدم دستیابی کی صورت میں تیمّم کرنا ضروری نہیں۔ احرام کے لیے غسل سے قبل بال بنوانا، ناخن کتروانا اور سفید چادر باندھنا اور خوشبو لگانا مستحب ہے۔ احرام باندھ لینے کے بعد کئی کام ممنوع ہوجاتے ہیں ان ممنوعہ کاموں سے بچنا ضروری ہے۔ احرام باندھتے ہی زائر تلبیہ پڑھتا ہے۔

لبیك، اللھم لبیك لاشریك لك لبیك ان الحمد والنعمة لك والملك لاشریك لك. (بخاری و مسلم)

''میں حاضر ہوں اے اللہ! میں حاضر ہوں، (تیری پکار پر) تیرے حضور حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، یہ حقیقت ہے کہ حمد و شکر کا مستحق تو ہی ہے، احسان وانعام تیرا ہی ہے، اقتدار تیرا ہی حق ہے، تیرے اقتدار میں کوئی شریک نہیں۔''

تلبیہ بلند آواز سے پڑھنا ضروری ہے، گفتگو کرنا منع ہے ہاں سلام کا جواب دینے کی اجازت ہے لیکن تلبیہ پڑھنے والے کو سلام کرنے سے گریز کرنا چاہیے تلبیہ کے بعد درود شریف پڑھنا مستحب ہے پھر دعا پڑھی جاتی ہے۔ تلبیہ دراصل اللہ تعالیٰ کی منادی اور پکار کا جواب ہے۔ تلبیہ کہنے والا اس امر کا اظہار کرتا ہے کہ اے اللہ میں تیری محبت میں دیوانہ وار سب کچھ چھوڑ کر حاضر ہوں۔ تیرے احسان اور توفیق سے تیری توحید کا اقرار کرتا ہوں۔

ترمذی میں ہے: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب بھی کوئی مسلمان لبیک کی صدا لگاتا ہے تو اس کے ساتھ وہ ساری چیزیں لبیک پکار اٹھتی ہیں جو اس کے دائیں بائیں موجود ہیں، خواہ وہ پتھر ہو، درخت اور مٹی کے ڈھیلے ہی ہوں۔ یہاں تک کہ یہ زمین ادھر سے بھی ختم ہوجاتی ہے اور ادھر سے بھی یعنی یہ سلسلہ پوری زمین میں پھیل جاتا ہے۔

وقوف حج کا اہم رکن ہے زائر حج کے دوران تین مقامات پر وقوف کرتا ہے، سب سے اہم وقوف عرفات ہے۔ عرفہ کے دن میدان عرفات میں لاکھوں انسان ایک ہی جیسا

لباس پہنے اپنے خدا کے حضور عجز و نیاز کی تصویر بنے کھڑے ہوتے ہیں۔ یہ ایمان افروز منظر میدان حشر کی یاد تازہ کرتا ہے۔ وقوف عرفات کے بغیر حج نہیں ہوتا وقوف عرفات کا وقت مومن کی زندگی کے لیے سب سے قیمتی متاع ہوتا ہے۔ وقوف عرفات میں قیام و دعا کرنے والوں کے لیے بخشش کی خوشخبری ہے۔ لہذا حج کرنے والوں پر لازم ہے کہ دعا خصوصی طریقے سے کریں اور مسلسل اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہیں۔

بیت اللہ کا طواف نماز کی طرح اہم عبادت ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ نماز میں گفتگو نہیں کرسکتے۔ جب کہ طواف کے دوران گفتگو کرسکتے ہیں۔ ترمذی و نسائی کی حدیث میں ہے کہ جو شخص طواف کے دوران کوئی بات کرے تو اس کو چاہیے کہ منہ سے اچھی بات ہی نکالے۔ زائر طواف کے دوران استلام کرتا ہے یعنی حجر اسود کو بغیر آواز کے بوسہ دیتا ہے۔ رکن یمانی کو چھوتا ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کر پائے تو کسی چھڑی کو حجر اسود سے مس کرکے بوسہ لے سکتا ہے۔ اگر یہ بھی دشوار ہو تو دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں حجر اسود کی طرف کرکے ہاتھ کانوں تک اٹھالے اور پھر اپنے ہاتھوں کو بوسہ دے اور دعا کرے۔ رکن یمانی پر ستر فرشتے مقرر ہیں جو ہر اس بندے کی دعا پر آمین کہتے ہیں جو اس کے پاس دعا کرتا ہے۔

طواف کی چھ قسمیں طواف زیارت، طوف قدوم، طواف وداع، طواف عمرہ، طواف نذر اور طواف نفلی ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کا حکم الگ الگ ہے۔ طواف میں رمل اور اضطباع ضروری ہے یہ دونوں اعمال طاقت اور قوت کے مظہر ہیں۔

سعی کرنا، مزدلفہ میں وقوف کرنا، رمی کرنا، طواف قدوم کرنا، طواف وداع کرنا، حلق یا تقصیر، قربانی، مغرب اور عشا کی نماز پڑھنا اور رمی قربانی اور حلق و تقصیر میں ترتیب کا لحاظ رکھنا حج کے واجبات میں شامل ہے۔ حج کرنے کے تین طریقے افراد، قرن اور تمتع ہیں۔ ان میں سے حج تمتع کا طریقہ نسبتاً آسان ہے۔ زائرین احرام باندھنے کے بعد مسجد حرام میں حاضری دیتے ہیں۔ خواتین حرم میں کسی بھی رنگ کے سلے ہوئے کپڑے پہن سکتی ہیں۔ ان کا احرام یہ ہے کہ وہ چہرہ کھلا رکھیں اور ہاتھوں میں دستانے نہ پہنیں، تلبیہ پڑھیں، حیض و نفاس کی حالت میں بھی حج کے تمام اعمال سرانجام دیں سوائے طواف بیت اللہ اور سعی صفا و مروہ کے۔ طواف عمرہ اور سعی کرتے ہیں پھر مقام ابراہیم پہ خشوع وخضوع کے ساتھ دو نفل نماز شکر ادا کرتے ہیں پھر ملتزم پر حاضری دیتے ہیں۔ بعد ازاں زمزم پر آکر بیت اللہ کی طرف رخ کرکے بسم اللہ پڑھ کر تین سانسوں میں اطمینان سے آب زم زم پیتے ہیں اور سعی کے بعد مطاف میں دوگانہ شکر ادا کرنے کے بعد حلق یا قصر کرتے ہیں یعنی مرد بال منڈوالیتے ہیں اور عورتیں سر کے کسی حصے سے بقدر ایک انگلی کاٹ لیتی ہیں عمرہ کے بعد مکہ میں قیام ہوتا ہے۔ زائرین خدا کے گھر کی زیارت سے آنکھوں کو روشنی اور دلوں کو قرار دیتے ہیں۔ نمازیں پڑھتے ہیں۔ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں اور کثرت سے تسبیح، تکبیر وتہلیل اور طواف کرتے ہیں۔ 7 ذوالحجہ یوم الزینہ ہے اس دن زائرین بال اور خط وغیرہ بنواتے ہیں۔ غسل کرتے ہیں، نماز ظہر کے بعد امام صاحب کا خطبہ سنتے ہیں۔ 8 ذوالحجہ کو منیٰ کی طرف روانہ ہوجاتے ہیں۔ بلند آواز سے تلبیہ پڑھتے ہیں اور رورو کر اللہ سے دارین کی بھلائی اور سعادت کی دعائیں کرتے ہیں۔ منیٰ میں پہنچنے کے بعد مسجد خیف میں نماز ظہر باجماعت ادا کرتے ہیں۔ 9 ذوالحجہ کی فجر تک پانچ نمازیں ادا کرنا ہوتی ہیں۔ زائرین کو چاہیے کہ ہمہ وقت تلاوت قرآن، تسبیح اور دعاؤں میں وقت گزاریں۔

9 ذوالحجہ کو عرفات میں وقوف ہوتا ہے۔ عرفات کا میدان دراصل حشر کا نمونہ ہے۔ میدان عرفات میں لاکھوں افراد ایک ہی طرح کا لباس پہنے عجز سے اللہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ یہ منظر زائرین کی حیات میں خوش گوار تبدیلی لاتا ہے جو اللہ کو مطلوب ہے۔ نماز ظہر اور عصر کے بعد سورج ڈھلنے تک زائرین عبادت اور دعا میں مصروف رہتے ہیں پھر مزدلفہ کی طرف کوچ کرتے ہیں۔ یہاں وہ مغرب اور عشا کی دو نمازیں ملا کر پڑھتے ہیں اور رات بھر مزدلفہ میں عبادت الٰہی میں مصروف رہتے ہیں۔ اگلے روز صبح سویرے 10 ذوالحجہ تک

تسبیح وتہلیل میں مشغول رہتے ہیں۔ توبہ استغفار کرتے ہیں اور جمرہ عقبہ میں رمی کے لیے چھوٹی چھوٹی کنکریاں چنتے ہیں۔ 10 ذوالحجہ کا دن زائرین حرم کا مصروف ترین دن ہوتا ہے۔ اس روز وہ جمرہ عقبہ کی رمی، پھر قربانی، پھر حلق یا قصر اور پھر ہمت ہوتو طواف زیارت کرتے ہیں۔

حج کی ادائیگی کے بعد زائرین مقامات مقدسہ کی زیارت کرتے ہیں اور طواف وداع کرتے ہیں۔ مدینہ منورہ میں حاضری حج کا رکن نہیں لیکن مدینہ کی غیر معمولی عظمت و فضیلت، مسجد نبوی میں نماز کا ثواب اور دربار نبویﷺ میں حاضری کا شوق زائر کو مدینہ لے جاتا ہے۔امت کا ہمیشہ سے یہی طریقہ رہا ہے کہ وہ سفر کرکے بیت اللہ پہنچے اور پھر دربارنبویﷺ میں درود و سلام کے تحفے پیش کرے۔ روضہ اقدس کی زیارت کرے اور چالیس وقت کی نمازیں بغیر فوت کیے پڑھ کر جہنم کی آگ اور عذاب سے برات حاصل کرلے۔ مسند احمد اور الترغیب میں فرمان نبویﷺ ہے:

جس شخص نے میری اس مسجد میں مسلسل چالیس وقت کی نمازیں اس طرح پڑھیں کہ درمیان میں کوئی نماز فوت نہیں ہوئی تو اس کے لیے جہنم کی آگ اور ہر عذاب سے برات لکھ دی جائے گی اور اسی طرح نفاق سے برات لکھ دی جائے گی۔ نیز فرمایا میرے گھر اورمیرے منبر کے درمیان کی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغیچہ ہے اور میرا منبر حوض کوثر پر ہے۔

علم الفقہ جلد پنجم میں ہے: جس شخص نے میری وفات کے بعدمیری زیارت کی اس نے گویا میری زندگی میں میری زیارت کی اور جس نے میری قبر کی زیارت کی۔ اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی اور میری امت کا جو شخص میری زیارت کرنے کی سعادت اور طاقت رکھنے کے باوجود میری زیارت نہ کرے تو اس کا عذر، عذر نہیں۔

گو روضہ اقدس کی زیارت واجب ہے۔ احادیث سے یہ معلوم ہوجاتا ہے جس شخص نے حج کیا اور میری زیارت کو نہ آیا، اس نے مجھ پر ظلم کیا ایک اور حدیث میں ہے جس نے استطاعت کے باوجود میری زیارت نہ کی اس کا کوئی عذر قابل قبول نہیں۔ علما نے روضہ اقدس کی زیارت کو واجب قرار دیا ہے۔ صحابہ کرامؓ، تابعین اور دوسرے اسلاف روضہ مبارک کی زیارت کا بہت اہتمام فرماتے تھے۔

زائرین جب حج کا ارادہ کرلیں تو انتہائی فکر اور اہتمام سے اس مبارک سفر کی تیاری کریں کہ وہ اللہ کے مہمان بننے جارہے ہیں۔ حج کی دعائیں یاد کریں حج کی عظمت اور فضیلت جانیں کہ حج صرف اورصرف اللہ کی رضا اور آخرت کی بھلائی کی نیت سے ہو۔ دکھاوا، غرور، دینی شہرت، دنیوی فوائد سے حج جیسی عبادت کو پاک رکھیں۔ اپنے اعمال کا جائزہ لے کر سچے دل سے اللہ کے حضور تمام گناہوں کی توبہ کریں اور عزم کریں کہ آئندہ کبھی گناہ کے قریب نہ جائیں گے۔ اگر کسی کی حق تلفی کی ہو تو اس سے معافی مانگ لیں۔ اگر کسی کا قرضہ واجب ہو تو اسے ادا کریں۔ بندوں کا حق ادا کرنے کا حکم بھی اللہ نے دیا ہے اور حج کا حکم بھی اللہ نے دیا ہے۔لہذا زائر کو حقوق العباد کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔

حج طیب مال سے ہو کہ اللہ نہ تو حرام مال قبول کرتا ہے نہ حرام مال کے ذریعے کی ہوئی عبادت قبول کرتاہے۔زائرین کو چاہیے کہ سفر پر نکلنے سے قبل اپنی اولاد اور اپنے گھر والوں کے لیے وصیت کریں۔ سفر پر روانگی سے قبل مسجد میں دو رکعت نمازتحیۃ السفر ادا کریں۔ پھر سفر کی مسنون دعا پڑھیں۔ دوران سفر زبان پر قابو رکھیں اور اس کے صحیح استعمال پر توجہ دیں۔ لا یعنی گفتگو سے گریز کریں۔ سفر میں نیک اور صالح لوگوں کی صحبت اختیار کریں۔ لوگوں سے حسن سلوک سے پیش آئیں۔شہوانی عمل، شہوانی گفتگو اورفسوق سے اور بلا وجہ کی بحث وتکرار سے بچیں۔ حج بیت اللہ سے واپسی پر زائرین کو چاہیے کہ وہ حج مبرور کی سعادت حاصل کرکے لوٹیں۔ حج کے لیے جائیں تو اس پختہ عزم کے ساتھ کہ وہ اللہ کے مخلص بندے ہی بن کر لوٹیں گے۔ صرف دنیا کی خاطر حج کرنے والوں کے لیے آخرت میں اس سے کچھ حصہ نہیں ہے۔

☆☆☆☆☆

ذوالحجہ: قربانی کا مہینہ

قربانی کا اصل معنی اور مقصد؟

خودنمائی کے لئے قربانی کے جانوروں کی سوشل میڈیا پر تشہیر اور موازنے سے بچیں

سماوہ سلطان

عربی زبان میں جو الفاظ 'فعلان' (مبالغہ) کے وزن پہ استعمال ہوتے ہیں ان کے معنی کثرت کے ہوتے ہیں۔ یعنی بہت بہت زیادہ۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا ایک نام رحمٰن بھی ہے، یہ فعلان کے وزن پر یعنی کہ وہ ذات جس میں بہت زیادہ کثرت سے رحم پایا جائے۔ ایسے ہی لفظ قرآن بھی فعلان کے وزن پہ ہے جس کا مادہ 'قرات' ہے یعنی بہت کثرت سے پڑھیں جانے والی کتاب۔ 'قربانی' عربی زبان کا لفظ ہے جو 'قُرب' سے نکلا ہے۔ اس لفظ میں بھی صیغہ فعلان پایا گیا ہے۔ اس سے مراد بہت زیادہ قریب ہونے کے ہیں، یا بہت شدت سے قرب حاصل ہونے کے ہیں۔ یعنی قربانی ایک ایسا عمل ہے جو ہمیں اللہ تعالیٰ کے بہت قریب کرتا ہے۔

ہم میں سے بہت سے لوگ قربانی کو "جانور کی قربانی" کے طور پر لیتے ہیں کہ اللہ کی راہ میں جانوروں کو ذبح کرنا قربانی ہے اور ہر سال ذوالحجہ میں ہم عید الضحیٰ پر یہ فریضہ انجام دیتے ہیں۔ قربانی کی یہ تعریف بالکل درست ہے لیکن یہ نامکمل تعریف ہے۔ قربانی صرف عید کے موقع پر جانور ذبح کرنے تک محدود نہیں ہے بلکہ اس کے معنی بہت وسیع ہیں اور اس میں رب تعالیٰ کی حکمت اور رضا پوشیدہ ہے۔

اس بات کو سمجھنے کیلئے ضروری ہے کہ ہم تاریخ اسلام میں جھانکیں اور اپنی ادھوری تعریف کو مکمل کر لیں۔

اسلام اور قربانی کا تعلق بہت پرانا ہے، پہلی قربانی حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹوں نے کی جس کے متعلق سورہ المائدہ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: اور اے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان کو پڑھ کر سنایئے آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا قصہ حق کے ساتھ جبکہ ان دونوں نے قربانی پیش کی تو ان میں سے ایک کی قربانی قبول کر لی گئی جبکہ دوسرے کی قبول نہیں کی گئی اس نے جواب دیا کہ اللہ تو پرہیزگاروں ہی سے قبول کرتا ہے۔ (المائدہ:27)

اس کی وجہ یہ تھی کہ ہابیل نے قربانی رضائے الٰہی کیلئے کی تھی اور بہترین دنبے اللہ کی راہ میں ذبح کئے جبکہ قابیل نے بے دلی سے ناکارہ غلے کا ڈھیر قربانی کیلئے پیش کیا۔

تو یہاں پر ایک بات تو واضح ہو گئی کہ قربانی کیلئے رضائے الٰہی کا حصول ہی مقصد ہونا چاہیے۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ

بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری طرف اور تمہارے اموال کی طرف نہیں دیکھتا بلکہ وہ تو تمہارے دل کی نیت کو دیکھتا ہے (ابن ماجہ:315)

قربانی کا اگلا مقصد سمجھنے کیلئے ضروری ہے کہ ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی میں آنے والی آزمائشوں کو مدنظر رکھیں۔ جب اللہ کا پیغام سب کو پہنچایا تو ان کے اپنے بھی ان سے متنفر ہو گئے اور انہوں نے اللہ کی خاطر اپنے چچا

سے بھی قطع تعلق کیا، یہ بھی ان کی ایک قربانی تھی پھر نمرود نے جب ان کو دہکتی ہوئی آگ میں ڈالا۔

پھر جب اللہ نے ان کی دعا پر انہیں بہت عرصے بعد بیٹے سے نوازا اور پھر حکم دیا کہ اپنی بیوی اور بیٹے کو دور ایک ویراں صحرا میں اکیلا چھوڑ دو۔ جہاں نہ کوئی انسان تھا نہ کچھ کھانے پینے کو تھا تو انہوں نے اس وقت اپنے جذبات اللہ کی رضا کیلئے قربان کر دیئے۔

پھر جب کافی عرصے بعد وہ اللہ کے حکم سے اپنے بیٹے اور بیوی کو واپس لائے تو پھر حکم ہوا کہ اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو اللہ کی راہ میں قربان کردو۔ حضرت ابراھیم اس وقت ضعیفی کو پہنچ چکے تھے اور یہ انکے لئے بہت بڑی آزمائش تھی۔ وہ چاہتے تو اس خواب کی کوئی بھی تعبیر نکال سکتے تھے کیونکہ حکم خواب میں ہوا تھا۔ اور یہ ایک غیر معمولی اور حیران کر دینے والا خواب تھا کیونکہ اس سے پہلے کسی انسان کو قربان کرنے کا نہیں کہا گیا تھا۔ تو یہاں وہ اپنی محبوب ترین ہستی، اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے پر بھی آمادہ ہو گئے۔

قرآن مجید میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس واقعے کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ:

ترجمہ: ابراہیم (علیہ السلام) نے دعا کی، پروردگار! مجھے ایک صالح بیٹا عطا فرما۔ تو ہم نے اسے بشارت دی ایک حلیم الطبع بیٹے کی۔

پھر جب وہ پہنچا اس کے ساتھ بھاگ دوڑ کرنے کی عمر کو اس نے کہا: اے میرے بیٹے! میں دیکھ رہا ہوں خواب میں کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں تو دیکھو! تمہاری کیا رائے ہے؟

اُس نے کہا: ابا جان! آپ کر گزریئے جس کا آپ کو حکم ہو رہا ہے۔ اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔

پھر جب دونوں نے فرمانبرداری کی روش اختیار کرلی اور ابراہیم نے اس کو پیشانی کے بل لٹا دیا۔

(سورہ الصافات آیات 103 -100)

پھر آگے اللہ سبحان وتعالی کا ارشاد ہے کہ:

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: بقرعید کے دن قربانی کا خون بہانے سے بڑھ کر کوئی عمل اللہ کے نزدیک محبوب نہیں ہے

ترجمہ: اور ہم نے اسے پکارا کہ اے ابراہیم (علیہ السلام)! تم نے خواب سچ کر دکھایا یقیناً ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں محسنین کو۔ (سورہ الصافات آیات 105-104)

اور پھر اللہ تعالیٰ خود ہی فرماتے ہیں کی:

یقیناً یہ بہت بڑی آزمائش تھی۔

اور ہم نے ایک ذبح عظیم اس کا فدیہ دیا

اور اسی (کے طریقے) پر ہم نے باقی رکھا بعد میں آنے والوں میں سے بھی (کچھ لوگوں کو سلام ہو ابراہیم (علیہ السلام) پر اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں محسنین کو یقیناً وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا (سورہ الصافات آیات 111-106)

بیٹے کو قربان کرنے کا حکم براہ راست بھی دیا جا سکتا تھا یا پھر کسی فرشتے کے ہاتھ پیغام بھی بھجوایا جا سکتا ہے تاکہ حکم مستند ہو جائے اس میں شک کی گنجائش نہ رہے لیکن یہ حکم اللہ نے حضرت ابراھیم علیہ السلام کو خواب میں ہی دیا۔ اس میں ظاہری طور پر یہ حکمت تھی کہ حضرت ابراھیم کے کمال اطاعت اور ایمان کی پختگی سب پر واضح ہو جائے۔ اور یہاں پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بھی پختہ ایمان کی عظیم مثال ملتی ہے جنہوں نے رضائے الٰہی میں قربان ہونے کی حامی بھری حضرت ابراھیم علیہ السلام نے ان کو حکم نہیں دیا تھا بلکہ اپنا خواب سنایا تو اسماعیل علیہ السلام سمجھ گئے کہ انبیاء کے خواب محض خواب نہیں ہوا کرتے بلکہ ان میں حکم الٰہی پوشیدہ ہوتا ہے۔ ان کا جواب یہی تھا کہ "جس بات کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اسے کرگزریئے، انشاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔"

جس کے بارے میں علامہ اقبالؒ یوں گویا ہیں:

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندی

اس جملے میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ادب و اطاعت کمال حد تک محسوس ہوتا ہے۔تفسیر معارف القرآن میں اس آیت کے ترجمے میں لکھا گیا ہے کہ آپ یہ بھی فرما سکتے تھے کہ آپ انشاء اللہ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے لیکن اس کے بجائے آپ نے فرمایا انشاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے جس سے اِس بات کی طرف اشارہ کردیا کہ یہ صبر وضبط تنہا میرا کمال نہیں ہے؛ بلکہ دنیا میں اور بھی بہت سے صبر کرنے والے ہوئے ہیں، انشاء اللہ میں بھی ان میں شامل ہوجاؤں گا، اِس طرح آپ نے اِس جملے میں فخر و تکبر، خود پسندی اور پندار کے ادنیٰ شائبے کو ختم کر کے اس میں انتہا درجے کی تواضع اور انکسار کا اظہار فرما دیا۔

قربانی کے جانور کو سوشل میڈیا پر دکھاوے کیلئے نہ استعمال کریں اور نہ ہی اپنے جانور کا کسی دوسرے کے ساتھ موازنہ اور مقابلہ کروائیں کیونکہ اللہ کے ہاں قبولیت تو نیت کی بنیاد پر ہوتی ہے نہ کہ مالی اعتبار سے

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کی قربانی کرنے کا فیصلہ کیا تو ایک بوڑھا ان کے پاس آیا اور کہا کہ تم ایک ایسے بچے کو مارنا چاہتے ہو جس نے کبھی ایک لمحہ بھی خدا کی نافرمانی نہیں کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے خدا نے اسے ذبح کرنے کا حکم دیا ہے۔ تو بوڑھا بولا نہیں! بلکہ یہ حکم تمہیں شیطان نے دیا ہوگا۔ آپ سب کے رہبر ہیں اگر آپ نے اپنے بیٹے کو قربان کر دیا تو لوگ بھی اپنے بیٹوں کو ذبح کرنا شروع کر دیں گے۔لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے لئے یہ حکم الٰہی ہے اور اب میں تم سے کلام نہیں چاہتا۔

پھر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو پیشانی کے بل زمین پر لٹا دیا تو حضرت اسماعیل علیہ السلام نے عرض کیا ابا جان! میری کچھ وصیتیں ہیں انہیں پورا فرمائیں۔ پہلی وصیت تو یہ ہے کہ میرے ہاتھ پاؤں رسی سے باندھ دیں تاکہ اگر میں تڑپوں تو آپکے لباس پر خون کا چھینٹا نہ پڑے۔ دوسری یہ کہ ذبح کرنے سے پہلے چھری کو تیز کرلیں تاکہ یہ فریضہ ادا کرنے میں تاخیر نہ ہوجائے۔ میری آنکھوں پر پٹی باندھ لینا کہیں محبت پدری کی وجہ سے آپ علیہ السلام اس فریضہ سے رہ نہ جائیں۔اور میرا خون آلودہ کُرتا میری والدہ کے پاس پہنچا دیجیے تاکہ وہ اس کُرتے کو دیکھ کر اپنے دل کو تسلی دے لیا کریں۔

اس واقعہ پر اقبال فرماتے ہیں کہ

می کند از ما سویٰ قطعِ نظر
می نہد ساطور بر حلقِ پسر

"ما سواء غیر اللہ سے نظریں ہٹا لیتا ہے اور بیٹے کے گلے پر چُھری چلا دیتا ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی جگہ قربانی کیلئے ایک دنبہ/مینڈھا بھیج دیا اور حضرت ابراہیم و اسماعیل کی قربانی کو قبول کر لیا۔ اس واقعے سے ہمیں تسلیم و رضا کا درس ملتا ہے۔ ہمیں اپنے اندر یہ اوصاف پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے تاکہ ہم اللہ تعالیٰ کے قریب تر لوگوں میں شمار ہو۔ اس پر اقبال فرماتے ہیں کہ

خود حریمِ خویش و ابراہیمِ خویش
چوں ذبیح اللہ در تسلیمِ خویش !

"تُو خود اپنا حرم بھی ہے اور اپنا ابراہیم بھی ذبیح اللہ حضرت اسماعیل کی طرح خود کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے والا بھی ہو جا"۔

اس عظیم واقعہ کی یاد میں ہم سب عید الاضحیٰ پر جانور قربان کرتے ہیں جو ایک پسندیدہ عمل ہے۔ حضرت عائشہ

ہم نے اپنی ذات کی برائیوں کے ساتھ مقابلہ کرنا ہے، اپنی ہر وہ عادت قربان کرنی ہے جو ہمیں اللہ تعالیٰ سے دور کر رہی ہے۔ زندگی کے ہر معاملے میں قرآن کی طرف رجوع کرنا ہے

صدیقہؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: بقرعید کے دن قربانی کا خون بہانے سے بڑھ کر کوئی عمل اللہ کے نزدیک محبوب نہیں ہے اور بلاشبہ قربانی کرنے والا قیامت کے دن اپنی قربانی کے سینگوں، بالوں اور کھروں کو لے کر آئے گا (یعنی یہ حقیر اشیاء بھی اپنے وزن اور تعداد کے اعتبار سے ثواب میں اضافہ در اضافہ کا سبب بنیں گی اور (یہ بھی) فرمایا کہ بلاشبہ قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے نزدیک درجہ قبولیت حاصل کرلیتا ہے، لہٰذا خوب خوش دلی سے قربانی کرو۔ (مشکوٰۃ)

حضرت زید بن ارقمؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول ﷺ یہ قربانیاں کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ تمہارے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے، صحابہؓ نے عرض کیا، ہمارے لیے اس میں کیا ثواب اور اجر ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر بال کے بدلے ایک نیکی ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا، اگر اون والا جانور ہو (یعنی دنبہ ہو جس کے بال بہت ہوتے ہیں) اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے بھی ہر بال کے بدلے ایک نیکی ہے۔ (مشکوٰۃ)۔

اب ہم جو قربانی کرتے ہیں اس میں محض جانور ذبح کرنا مقصود نہیں، ہماری نیت، ہمارا تقویٰ بھی لازمی ہے۔ جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآءُ هَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ. (الحج،۲۲: ۳۷)

"اللہ کو ہرگز نہ ان کے گوشت پہنچتے ہیں اور نہ ان کے خون مگر اسے تمھاری طرف سے تقویٰ پہنچتا ہے۔

اللہ اپنے بندے کی نیت دیکھتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ صدق و اخلاص سے قربان کیے جانے والے جانور کے خون کا پہلا قطرہ جونہی زمین پر گرتا ہے اس قربانی کو بارگاہ الٰہی میں قبول کرلیا جاتا ہے۔

ذوالحجہ کے مہینے کی ایک اور قابلِ ذکر قربانی امام حسین علیہ السلام کے چچا زاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل کی ہے۔ جب امام حسین نے مدینہ سے روانگی اختیار کی تو حضرت مسلم بن کو اپنا سفیر بنا کر کوفہ روانہ کیا۔ انہیں کہا کہ وہ کوفہ جا کر حالات کا جائزہ لیں اور پھر امام حسین علیہ السلام کو مطلع کریں۔ جب امام مسلم بن عقیل اپنے دو کمسن بیٹوں کے ہمراہ کوفہ پہنچے تو وہاں کے لوگ اپنے امام حسین علیہ السلام کو بھیجے گئے خطوط کے بالکل منافی تھے۔ چند ایک لوگ ہی تھے جو مسلم بن عقیل کے ساتھ تھے لیکن بہت جلد وہ وہاں تنہا ہو گئے۔ ابن زیاد نے امام مسلم بن عقیل سے کہا کہ ہم آپ کو امان دیں گے آپ تلوار رکھ دے تو انہوں نے یہ بات قبول کرلی لیکن اس شرط پر کہ امام حسین علیہ السلام تک یہ پیغام پہنچایا جائے کہ کہ وہ کوفہ نہ آئیں کیونکہ یہ کوفی آج بھی وہی ہیں جو چچا علی کے دور میں تھے۔ امام مسلم بن عقیل جانتے تھے کہ ابن زیاد اس معاہدے کی خلاف ورزی کرے گا اور انہیں اپنی جان قربان کرنا ہوگی۔ جب ابن زیاد نے امام مسلم بن عقیل سے پوچھا کہ کوئی آخری خواہش ہے تو بتا دو کیونکہ اب ہم آپ کو قتل کر دیں گے تو انہوں فرمایا مجھے پانی لا دیں میں پیاسا ہوں۔ ابن زیاد نے نے اس برتن میں پانی لانے کا کہا جس میں ناپاک جانوروں کو پانی پلایا جاتا تھا۔ جیسے ہی امام مسلم نے نے وہ برتن اپنے منہ کے سامنے کیا اس وقت ان کے چہرے کے زخم سے خون کا قطرہ بہہ کر پانی میں جا گرا۔ انہوں نے وہ برتن واپس کر دیا اور فرمایا شاید میری قربانی تب مکمل طور پر قبول

ہو جب میں پیاس کی حالت میں مارا جاؤں۔ ابن زیاد نے ان سے کہا دیکھو خدا تمہیں کتنا ناپسند کرتا ہے کہ وہ تمہیں پیاس کے عالم میں مارنا چاہتا ہے خدا کو منظور نہیں کے تم پانی پیو۔

اور پھر کہنے لگا کہ اپنے خدا سے التجا کرو کہ میرے دل میں تمہارے قتل کا ارادہ بدل دے۔ اگر خدا اتنا ہی تمہیں پسند کرتا ہے تو وہ تمہیں بچا لے گا۔ اس کے جواب میں حضرت مسلم فرماتے ہیں کہ میں صرف اپنے رب سے بخشش اور رضا طلب کرتا ہوں۔

یہاں پر ہمیں یہ بات مشترک نظر آ رہی ہے کہ جیسے ابراہیم علیہ السلام کو بوڑھے نے آ کر کہا کہ یہ خدا کا حکم نہیں بلکہ شیطان کی طرف سے آیا گیا خواب ہوگا تاکہ ان کے ایمان کو نعوذباللہ کمزور کیا جائے بالکل اسی طرح ابن زیاد نے مسلم بن عقیل سے کہا کہ خدا تمہیں نا پسند کرتا ہے اور تمہیں پیاسا مارنا چاہتا ہے اگر ایسا نہیں ہے تو خدا سے التجا کرو کہ تمہاری جان بچا لے۔ لیکن وہ اتنے پختہ ایمان اور کامل یقین کے ساتھ قربان ہو رہے تھے کہ اپنی جان کی امان کی التجا بھی نہ کی بلکہ خدا کی رضا کے ہی طالب رہے۔

پھر 7 ذوالحجہ کو انہیں بے دردی سے کوفہ کی سب سے بلند عمارت دارالامان کی چھت سے نیچے دھکا دیا گیا اور وہ شہید ہو گئے۔ پھر ان کے سر کو الگ کر کے لاش پامال کی گئی اور کئی دن تک انکی لاش کوفہ کے چوک میں لٹکی رہی۔ پھر ان کے دونوں بیٹوں کو بھی شہید کر دیا گیا۔

وہاں دوسری طرف امام حسین کا قافلہ حج کی نیت سے مکہ مکرمہ تھا لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ وہاں خون خرابہ ہونے کا امکان ہے تو انہوں نے حرمتِ کعبہ کی خاطر حج کو عمرے میں بدلا اور مکہ سے روانہ ہو گئے ایک عظیم ترین قربانی دینے کیلئے جو اسلام کی بقاء ثابت ہوئی۔

اسی لئے اقبال نے فرمایا:

غریب و سادہ و رنگیں ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی حُسین، ابتدا ہے اسماعیل

یہی وہ لوگ ہیں جنہیں قربانی کا اصل مفہوم معلوم تھا اور انہوں نے بارگاہ خدا میں کثیر قربت بھی پا لی۔

اب ہم نے اپنے حصے کے کام کرنے ہیں، وہ یہ کہ اس عید پر، اور اس کے بعد بھی ہم نے قربانی کے اصل مقصد کو بھولنا نہیں ہے۔ وہ ایسے کہ نہ صرف عید پر جانوروں کی قربانی کرنی ہے بلکہ اپنے دل کو اللہ کی رضا کا طالب بنانا ہے، کم از کم کوشش ضرور کرنی ہے۔ ہم ایک دم سے مکمل متقی نہیں ہو سکتے لیکن بہت سے چھوٹے چھوٹے قدم ہمیں نسبتاً اللہ کے قریب کر سکتے ہیں۔

ہم نے اپنی 'انا' اللہ کی خاطر قربان کرنا سیکھنا ہے۔ لوگوں کو معاف کرنا ہے۔ یہ بھی قربانی ہے، اپنا وقت مستحق لوگوں میں اور فلاحی کاموں پہ قربان کریں۔ کسی دوسرے کے متعلق بری بات نہ کہیں، یہ بھی تو قربانی ہے۔ اپنی خواہشات کو اللہ کے حکم کے بعد رکھیں یہ بھی قربانی ہے۔ عید کے روز ان سے بھی تعلق جوڑ لیں جن سے انا کی بنیاد پر تعلق توڑے اور اپنے عید کے کھانوں میں سے انکا حصہ ضرور نکالیں جو عید کے دن بھی بھوکے ہوتے ہیں۔

قربانی کے جانور کو سوشل میڈیا پر دکھاوے کیلئے نہ استعمال کریں اور نہ ہی اپنے جانور کا کسی دوسرے کے ساتھ موازنہ اور مقابلہ کروائیں کیونکہ اللہ کے ہاں قبولیت تو نیت کی بنیاد پر ہوتی ہے نہ کہ مالی اعتبار سے۔

ہم نے اپنی ذات کی برائیوں کے ساتھ مقابلہ کرنا ہے، اپنی ہر وہ عادت قربان کرنی ہے جو ہمیں اللہ تعالٰی سے دور کر رہی ہے۔ زندگی کے ہر معاملے میں قرآن کی طرف رجوع کرنا ہے کہ رب نے کیا کہا ہے۔ جب ہم خلوص نیت سے ایسا کرنے کی کوشش کریں گے تو اللہ ہمارے لیے آسانیاں پیدا کرے گا۔

☆☆☆☆☆

احوالِ مصطفیٰ ﷺ بزبانِ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

آپ ﷺ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عائلی و خانگی زندگی محبت و خلوص کا نمونہ رہی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور نبی اکرم ﷺ سے مصافحہ کرنے والے کئی دن تک دست اقدس کی خوشبو کو محسوس کرتے رہتے تھے

سعدیہ کریم

امہات المومنین میں حضرت عائشہ صدیقہؓ منفرد مقام و مرتبہ رکھتی ہیں آپ پیغمبر اسلام علیہ السلام کی تنہا کنواری بیوی تھیں۔ حدیث مبارکہ میں ہے کہ نکاح سے پہلے آپؐ نے خواب میں دیکھا کہ ایک فرشتہ ریشم کے کپڑے میں لپیٹ کر کوئی چیز آپ ﷺ کے سامنے پیش کررہا ہے۔ پوچھا کیا ہے؟ جواب دیا کہ آپ ﷺ کی بیوی ہیں۔ آپ ﷺ نے کھول کر دیکھا تو حضرت عائشہؓ کی تصویر تھی۔

حضرت عائشہؓ اور آپؐ کی خانگی زندگی ہمیشہ لطف و محبت اور باہمی ہمدردی اور خلوص کا نمونہ رہی۔ آپؐ حضرت عائشہؓ سے بہت محبت فرماتے تھے۔ جب باقی ازواج نے اس محبت پر شکوہ کیا تو آپؐ نے فرمایا: ام سلمیٰ مجھے عائشہ کے معاملے میں دق نہ کرو کیونکہ عائشہ کے علاوہ اور کسی بیوی کے لحاف میں مجھ پر وحی نزل نہیں ہوتی۔ حضرت عمرؓ اپنی بیٹی ام المومنین حضرت حفصہؓ کو سمجھایا کرتے تھے کہ عائشہ کی نقل نہ کیا کرو وہ تو حضور ﷺ کی محبوب ہیں۔

حضرت عمر ابن العاصؓ نے ایک مرتبہ آپؐ سے پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ آپؐ دنیا میں کس کو سب سے زیادہ محبوب رکھتے ہیں تو آپؐ نے فرمایا عائشہ کو عرض کی گئی کہ مردوں کی نسبت سوال ہے آپؐ نے جواب دیا عائشہؓ کے باپ کو۔

حضرت عائشہؓ بھی رسول اللہ ﷺ سے بہت محبت کرتی تھیں۔ آج بھی ان کی محبت خواتین کے لیے مشعل راہ ہے۔ ہم احوال مصطفیٰ ﷺ کو حضرت عائشہؓ کی زبان مبارک سے جاننے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ ان کی محبت و عقیدت کے تناظر میں احوال مصطفیٰ ﷺ ہم پر ظاہر ہوں۔

بنو ہاشم کے برگزیدہ ہونے کا تذکرہ:

خوش نصیب خاندان بنو ہاشم کے چنیدہ اور برگزیدہ ہونے کا ذکر حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ایک حدیث میں یوں ملتا ہے کہ

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جبرائیل امین علیہ السلام نے مجھے کہا کہ میں نے مشرق و مغرب چھان مارے ہیں لیکن محمد مصطفیٰ ﷺ سے اعلیٰ و افضل کسی کو نہیں پایا۔ اسی طرح زمین کا چپہ چپہ کھنگال ڈالا ہے لیکن کسی خاندان کو بنی ہاشم سے افضل نہیں پایا۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کے دست اقدس ہمیشہ معطر رہتے جو لوگ حضور ﷺ کے ساتھ مصافحہ کرتے تو وہ کئی کئی دن تک دست اقدس کی خوشبو کی سرشاری کو محسوس کرتے رہتے تھے

وحی کی ابتداء کے بارے میں قول حضرت عائشہ صدیقہؓ:

حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر وحی کی ابتداء سچے خوابوں سے ہوئی۔ آپ ﷺ جو بھی خواب دیکھتے وہ صبح کی سفیدی کی طرح نمودار ہوتا پھر آپ ﷺ کو خلوت نشینی سے محبت ہوگئی آپ غار حرا میں تشریف لے جاتے اور کئی رات و دن عبادت میں گزارتے۔ کھانے پینے کا سامان ساتھ لے جایا کرتے حتیٰ کہ آپ ﷺ کے پاس حق آ گیا۔ غار میں ہی فرشتہ سورہ العلق کی ابتدائی آیات لے کر حاضر ہوگیا۔

نزول وحی کی کیفیت:

حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر ٹھنڈی صبح میں وحی نازل ہوتی تو آپ ﷺ کی جبین مبارک پر پسینہ آجاتا۔ آپؓ فرماتی ہیں کہ حارث بن ہشامؓ نے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ آپؐ کے پاس وحی کس طرح آتی ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ کبھی گھنٹی کی گونج دار آواز کی طرح آتی ہے اور یہ مجھ پر بہت سخت ہوتی ہے پھر وحی منقطع ہوجاتی ہے اور میں اسے محفوظ کرچکا ہوتا ہوں، کبھی فرشتہ انسانی صورت میں میرے پاس آتا ہے وہ جو کچھ کہتا ہے میں اسے محفوظ کرلیتا ہوں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ سخت سردی کے دنوں میں نزول وحی کے بعد آپ ﷺ کی پیشانی سے پسینہ بہہ رہا ہوتا۔

سفر ہجرت کے بیان میں:

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ ہم نے حضرت ابوبکرؓ اور حضور اکرم ﷺ کے لیے بہترین زادِ راہ تیار کیا توشہ دان چمڑے کے تھیلے میں رکھا پھر دونوں جبل ثور کے ایک غار میں چلے گئے وہاں تین راتیں ٹھہرے رہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہجرت سے پہلے آپ ﷺ

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جبرائیل امین علیہ السلام نے مجھے کہا کہ میں نے مشرق و مغرب چھان مارے ہیں لیکن محمد مصطفیٰ ﷺ سے اعلیٰ و افضل کسی کو نہیں پایا۔ اسی طرح زمین کا چپہ چپہ کھنگال ڈالا ہے لیکن کسی خاندان کو بنی ہاشم سے افضل نہیں پایا

ہر روز صبح و شام میرے والد حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس تشریف لاتے تھے اور ہجرت کے سفر سے متعلق گفتگو فرماتے۔

حضورؐ کے دست اقدس سے پیدا ہونے والی خوشبو کا بیان:

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کے دست اقدس ہمیشہ معطر رہتے جو لوگ حضور ﷺ کے ساتھ مصافحہ کرتے تو وہ کئی کئی دن تک دست اقدس کی خوشبو کی سرشاری کو محسوس کرتے رہتے تھے۔

کوثر و تسنیم سے متعلق حضرت عائشہؓ کا بیان:

حضور اکرم ﷺ کو جنت میں ایک خاص نہر کوثر عطا کی گئی ہے یہ نہر میدان محشر میں واقع ایک حوض میں گرتی ہے جسے حوض کوثر کہتے ہیں۔ اس نہر کے پانی کی یہ خصوصیت ہے کہ جو اس کو پی لے گا وہ کبھی پیاسا نہیں ہوگا۔ اس نہر کے بارے میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ کوثر ایک نہر ہے جو حضور ﷺ کو عطا کی جائے گی۔ اس کے دونوں کناروں پر خولدار موتی ہوں گے اور نہر کے جام آسمان کے ستاروں کی تعداد کے برابر ہوں گے۔

طہارت فضلات مصطفیٰ ﷺ کا بیان:

حضور اکرم ﷺ کا جسم اطہر اتنا لطیف اور پاکیزہ تھا

کہ اس پر کسی ہلکی سی کثافت یا میل کا شائبہ تک نہ ہوتا۔ ظاہر کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کے جسم مبارک سے خارج ہونے والے فضلات مبارکہ بھی پاکیزہ و طاہر تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ ایک دن میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: یارسول اللہ جب آپ بیت الخلا سے واپس تشریف لاتے ہیں اور میں اندر جاتی ہوں تو مجھے وہاں کچھ بھی نظر نہیں آتا۔ میں وہاں صرف خوشبو کی مہکار پاتی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام اہل جنت کی ارواح کی مانند بنائے گئے ہیں ان سے جو کچھ بھی خارج ہوتا ہے زمین اسے نگل لیتی ہے۔

ستر مبارکِ مصطفیٰ ﷺ کا بیان:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے کبھی حضور اکرم ﷺ کا ستر نہ دیکھا۔

حضور اکرم ﷺ کا اندھیرے میں دیکھنے کا بیان:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ اندھیرے میں بھی اس طرح دیکھتے جس طرح روشنی میں ایک نجاشی کا جنازہ آپ کے پیش نظر کیا گیا حالانکہ آپ ﷺ حبشہ میں نہ تھے آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اسی طرح جب قریش نے آپ ﷺ سے بیت المقدس کے بارے میں پوچھا تو آپ کے سامنے بیت المقدس کو پیش کیا گیا اور آپ ﷺ نے اس کی توصیف فرمائی۔

ظلم کرنے اور ظلم کا بدلہ لینے کے بیان میں:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کو کبھی ظلم کا بدلہ لیتے ہوئے نہیں دیکھا جب تک کہ کوئی اللہ تعالیٰ کے محرمات کی بے حرمتی نہ کرے اور کبھی اپنے ہاتھ سے کسی کو نہ مارا۔ سوائے اس صورت میں کہ آپ ﷺ جہاد فی سبیل اللہ فرما رہے ہوں۔ آپ ﷺ نے نہ کبھی کسی خادم کو مارا اور نہ کسی بیوی کو۔

آپؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نہ فحش گو تھے اور نہ عمداً فحش بات کہتے اور نہ بازاروں میں چلا چلا کر باتیں کرتے اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے بلکہ برائی کرنے والے کو معاف کر دیتے اور اس سے درگزر فرماتے۔

اخلاق کریمہ کے بیان میں:

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ اخلاق میں حضور اکرم ﷺ سے بڑھ کر کوئی شخص نہ تھا اور آپ ﷺ کے صحابہ یا گھر والوں میں سے کوئی بھی حضورؐ کو بلاتا تو آپؐ ہمیشہ لبیک ہی فرماتے۔ آپؓ فرماتی ہیں کہ میں ایک دفعہ ایسے اونٹ پر سوار ہوئی جو سخت مزاج تھا اس کو آگے پیچھے کرتی تاکہ وہ سدھر جائے تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا عائشہؓ نرمی اختیار کرو۔

حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں کہ رسول اکرم ﷺ حضرت خدیجہؓ کا اکثر ذکر فرماتے جب بھی بکری ذبح فرماتے تو حضرت خدیجہؓ کی سہیلیوں کی طرف ہدیہ بھیجتے۔

ایک مرتبہ کسی نے حضرت عائشہؓ سے حضور اکرم ﷺ کے اخلاق کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ حضور اکرم ﷺ کا خلق سارا قرآن ہی تو ہے۔

اہل خانہ کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کے مشفقانہ رویے کے بیان میں:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ اپنے گھر میں اپنے اہل خانہ کے کاموں میں ہاتھ بٹاتے تھے۔ اپنے کپڑوں کو صاف فرماتے۔ اپنی بکری کا دودھ دوہتے اور اپنے کپڑوں میں پیوند لگاتے۔ اپنی نعلین گانٹھتے گھر کی صفائی کرتے۔ اونٹ کی نکیل ڈالتے اس کو چارہ ڈالتے خادم کے ساتھ کھانا تناول فرماتے۔ خادمہ کے ساتھ آٹا گوندھواتے اور بازار سے اپنا سامان خود لاتے۔

آپؓ فرماتی ہیں کہ جب بھی حضور اکرم ﷺ کو دو کاموں میں سے ایک کو اختیار کرنے کو کہا گیا تو آپ ﷺ نے جب تک اس میں گناہ نہ ہو آسان کو اختیار کیا اور اگر اس میں

گناہ ہو تو اس سے بچتے تھے۔ آپ ﷺ ہمیشہ آسانی کو اختیار کرنے کا حکم دیتے تھے۔

باتیں کرنے کے بیان میں:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ اس طرح باتیں کرتے تھے کہ اگر شمار کرنے والا شمار کرنا چاہے تو کرسکتا تھا۔ آپؐ ہمیشہ عطر اور عمدہ خوشبو کو پسند فرماتے اور اکثر استعمال فرمایا کرتے تھے اور دوسروں کو بھی ان کے استعمال کی تلقین فرماتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ کی مروت میں تھا کہ کھانے پینے کی چیزوں میں پھونکنے سے منع فرماتے۔ اپنے سامنے جو موجود ہو اس میں سے کھانے کا حکم دیا۔ مسواک کرنے اور انگلیوں کے جوڑوں کو صاف کرنے کا حکم دیتے۔

زہد وتقویٰ کے بیان میں:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے کبھی بھی تین دن متواتر شکم سیر ہوکر گیہوں کی روٹی نہیں کھائی یہاں تک کہ آپ ﷺ نے وصال فرمایا۔ آپ ﷺ کے ترکہ میں نہ دینار تھے۔ نہ درہم اور نہ بکری تھی نہ اونٹ۔

آپؓ فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے میرے گھر میں اس حال میں وصال فرمایا کہ کوئی چیز ایسی نہ تھی جو کوئی جگر والا کھاتا صرف ایک طاقچہ میں کچھ جَو تھے حالانکہ حضور ﷺ نے مجھے بتایا تھا کہ مجھے یہ پیش کش کی گئی تھی کہ مکہ کے میدان کو میرے لیے سونا کردیا جائے لیکن میں نے عرض کیا کہ نہیں اے میرے رب! ایک دن میں بھوکا رہوں اور ایک دن کھاؤں جس دن میں بھوکا رہوں اس دن تیری بارگاہ میں مناجات کروں اور تجھ سے دعا مانگوں اور جس دن کھاؤں اس دن تیری حمد کروں اور تیرا شکر ادا کروں۔

آپؓ فرماتی ہیں کہ ہم آل محمد ﷺ کا یہ حال تھا کہ ایک ایک مہینہ گھر میں آگ روشن نہ ہوتی تھی صرف کھجور اور پانی پر گزارہ ہوتا تھا۔ آپ ﷺ جس بستر پر آرام فرماتے تھے چمڑے کا ہونا جس میں کھجور کے ریشے بھرے ہوئے تھے۔

آپؓ فرماتی تھیں کہ نبی کریم ﷺ کا شکم مبارک کبھی بھی نہ بھرا ہوتا آپ ﷺ کبھی اس بات کا شکوہ نہ فرماتے۔ آپؐ کو فاقہ زیادہ پسند تھا۔ بلاشبہ آپؐ ساری رات بھوکے رہتے مگر یہ بھوک اگلے دن کے روزے کو نہ روکتی۔ اگر آپ ﷺ چاہتے تو روئے زمین کے خزانے، پھل، میوے اور فراخ زندگی اپنے رب سے مانگ لیتے اور جب میں آپ ﷺ کے پیٹ پر ہاتھ پھیرتی تو آپؐ کی اس حالت اور بھوک کو دیکھ کر رو پڑتی تھی۔

اور میں عرض کرتی میں آپ ﷺ پر قربان اگر آپ ﷺ دنیا میں سے اتنی غذا لے لیا کریں جو آپؐ کی بھوک کے لیے کافی ہوں تو کیا مضائقہ ہے تو آپ ﷺ فرماتے اے عائشہ! مجھے دنیا سے کیا سروکار میرے بھائی رسولوں نے اس سے زیادہ شدائد و مصائب پر صبر کیا ہے۔ وہ اسی حال میں اپنے رب کے پاس پہنچ گئے تو رب نے انہیں بہترین ٹھکانہ دیا اور بہترین جزا عطا فرمائی۔ میں حیا کرتا ہوں کہ اگر دنیا میں خوشحال رہوں تو کل ان سے کم درجہ میں رہوں مجھے اس سے بڑھ کر کوئی چیز محبوب نہیں کہ میں اپنے بھائیوں اور دوستوں (رسولوں) کے ساتھ جاملوں۔ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد ایک مہینہ بھی قیام نہ فرمایا کہ آپ ﷺ کا وصال ہوگیا۔

حاصل کلام:

حضرت عائشہ صدیقہؓ کو یہ شرف حاصل رہا کہ نکاح کے بعد وہ تمام وقت حضور اکرم ﷺ کے ساتھ رہیں یہاں تک کہ حضور ﷺ کا وصال بھی ان کی گود میں ہوا اور آپؐ کے حجرے میں ہی تدفین ہوئی۔ آپؐ کے تمام احوال پر شاہد تھیں۔ آپ ﷺ کی زندگی کے بے شمار گوشے ایسے ہیں جن کے متعلق صراحت سے بیان فرماتی تھیں۔ امت تک آپ ﷺ کے احوال کو پہنچانے میں حضرت عائشہؓ کا بہت بڑا حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے پیارے نبی کی محبت اور ان کا ادب نصیب فرمائے اور حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ کی سیرت پاک کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆☆

حج بیت اللہ کی حکمتیں

حج کی عظیم عبادت سے ذات کی نفی اور اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے

حج اور قربانی کے فیوض و برکات پر ایمان افروز تحریر

رابعہ فاطمہ

عبادات دو قسم کی ہوتی ہیں۔ بدنی جیسے نماز، روزہ وغیرہ اور مالی جیسے زکوٰۃ وغیرہ۔

حج ایک ایسی عبادت ہے جو دونوں طرح کی عبادتوں کا مجموعہ ہے اس میں انسان جسمانی مشقت کے ساتھ اپنا مال بھی خرچ کرتا ہے۔ جس طرح نماز، روزہ، زکوٰۃ فرض ہیں ایسے ہی حج بھی فرض ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ۭ وَلِلّٰهِ عَلَي النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۭ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ. (آل عمران،۳:۹۷)

"اس میں کھلی نشانیاں ہیں (ان میں سے ایک) ابراہیم (علیہ السلام) کی جائے قیام ہے، اور جو اس میں داخل ہوگیا امان پا گیا، اور اللہ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج فرض ہے جو بھی اس تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو، اور جو (اس کا) منکر ہو تو بے شک اللہ سب جہانوں سے بے نیاز ہے۔"

لیکن اس کے ساتھ استطاعت کی بھی شرط رکھی گئی ہے تاکہ جو اس کام کو پورا کرسکتا ہے وہی کرے تاکہ جو بیمار ہیں یا جن کو مالی طور پر مشکلات کا سامنا ہے یا پھر برے حالات سفر کی اجازت نہیں دیتے۔ وہ اسے اس وقت تک موخر کرسکتے ہیں جب تک استطاعت والی شرط پوری نہ ہوجائے کیونکہ اسلام دین فطرت اور آسان دین ہے اللہ رب العزت فرماتا ہے:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ. (البقرہ،۲:۱۸۵)

"رمضان کا مہینہ (وہ ہے) جس میں قرآن اتارا گیا ہے جو لوگوں کے لیے ہدایت ہے اور (جس میں) رہنمائی کرنے والی اور (حق و باطل میں) امتیاز کرنے والی واضح نشانیاں ہیں، پس تم میں سے جو کوئی اس مہینہ کو پالے تو وہ اس کے روزے ضرور رکھے۔"

اسی طرح آقاؐ ارشاد فرماتے ہیں بخاری شریف کی حدیث نمبر ۳۹ ہے:

ان الدین یسر.

بے شک دین آسان ہے۔

یعنی اسلام کسی شخص پر اس کی استطاعت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا. (البقرہ،۲:۲۸۶)

"اللہ کسی جان کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا۔"

اللہ کریم یا آقا کریم ﷺ کی طرف سے جو اوامر ونواہی ہمیں دیئے گئے ہیں ان میں بے شمار حکمتیں پوشیدہ ہیں جو نہ صرف ہمارے لیے اس دنیا میں بھلائیاں لاتی ہیں بلکہ آخرت میں کامیابی کی ضمانت بھی ہیں۔ انہیں احکامات میں

ایک حکم حج کی ادائیگی کا بھی ہے۔

حج بظاہر ایک فریضہ ہے لیکن حقیقت میں یہ ایک ایسا سفر ہے جو اپنی ذات سے اللہ رب العالمین کی طرف سفر ہے یہ ایک تربیتی سفر بھی ہے اور سفر عشق بھی ہے۔

حج کے مناسک کی ادائیگی میں ایک راز یہ بھی ہے کہ یہ انسان کو انقطاع نفس کر کے اللہ رب العزت کی محبت کے سفر میں ڈبو دیتا ہے اور اللہ کی ذات سے ایسا تعلق بنا دیتا ہے کہ انسان کی اپنی مرضی ہی نہیں رہتی بلکہ اللہ کی مرضی/ مشیت ہی اس کی مرضی و رضا ہوجاتی ہے۔ حج ابتداء سے لے کر انتہا تک قدم قدم یہ اللہ کے محبوب و مکرم بندوں کی اداؤں کو ادا کرنے کا نام بھی ہے۔ گویا حاجی زبان حال سے کہہ رہے ہوتے ہیں:

میں فرض محبت ادا کر رہا ہوں

حج عالمگیر وحدت ملی کے اظہار کا سب سے بڑا ذریعہ ہے اسلام ہمیشہ اتحاد و اتفاق کی بات کرتا ہے اس کی عبادات کو دیکھ لیں یا معاملات کو اتحاد ہر صور برقرار رکھنے کو ترجیح دیتا ہے

کسی کی ادا کو ادا کر رہا ہوں

اس میں کہیں پر خلیل اللہ کی آزمائشوں میں کامیابی اور دعاؤں کے ثمرات نظر آتے ہیں۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ط اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ. (البقرہ،۲: ۱۲۹)

’’اے ہمارے رب! ان میں انہی میں سے (وہ آخری اور برگزیدہ) رسول (ﷺ) مبعوث فرما جو ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے (کر دانائے راز بنا دے) اور ان (کے نفوس و قلوب) کو خوب پاک صاف کر دے، بے شک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔‘‘

اس میں کہیں پر ذبیح اللہ کی وفاؤں اور فرمانبرداری کے مظاہر نظر آتے ہیں۔

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَا ذَا تَرٰى ط قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِينَ.

’’پھر جب وہ (اسماعیل علیہ السلام) ان کے ساتھ دوڑ کر چل سکنے (کی عمر) کو پہنچ گیا تو (ابراہیم علیہ السلام نے) فرمایا: اے میرے بیٹے! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں سو غور کرو کہ تمہاری کیا رائے ہے۔ (اسماعیل علیہ السلام نے) کہا ابّا جان! وہ کام (فوراً) کر ڈالیے جس کا آپ کو حکم دیا جا رہا ہے۔ اگر اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔‘‘ (الصافات،۳۷: ۱۰۲)

کہیں پر حبیب اللہ کی اداؤں کو ادا کرنے کے مواقع میسر آتے ہیں ہر طرف مصطفیٰ ﷺ کی ادا کردہ تکبیر بلند ہوتی ہے۔

لبیک اللھم لبیک لبیک لا شریک لک لبیک گویا حج گھر سے لے کر بیت اللہ تک منیٰ سے لے کر عرفات و مزدلفہ تک صفا و مروہ سے لے کر رمی و جمرات تک حرم مکہ سے لے کر مدینہ طیبہ کی گلیوں تک سوز و جنوں کے نظارے اور عشق و مستی کے چمکارے نظر آتے ہیں۔ حج ادب و تعظیم اور عشق و معرفت کا عملی نمونہ ہے۔ اس میں ایسی ایسی حکمتیں ظاہر ہوتی ہیں کہ رب کائنات کے نظام تربیت سے عقل حیران رہ جاتی ہیں۔ حج کے دوران تمام کام خواہ وہ چھوٹے سے چھوٹا کام ہی کیوں نہ ہو رب کریم کی عنایتوں اور حکمتوں سے پُر ہے۔ ہر ہر قدم میں حکمتیں اور تربیت کا سامان موجود ہے سب کا احاطہ ممکن نہیں اس لیے چند اہم کاموں میں پوشیدہ حکمتوں کا تذکرہ کر کے ان سے فیض یاب ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔

حج رزق حلال کمانے اور کھانے کی تعلیم دیتا ہے:

حاجی ابھی حج شروع بھی نہیں کرتا کہ اس تربیت شروع ہوجاتی ہے کہ بدن کے اندر خوراک اور بدن کے اوپر لباس حلال کا ہو یعنی رزق حلال کی ترغیب دی جا رہی ہے۔

حلال لباس و غذا ہوگی تو حج قبول ہوگا ورنہ منہ پر واپس ماردیا جائے گا۔ نہ صرف اپنے لیے رزق حلال کا بندوبست کرے بلکہ اپنے اہل و عیال کے لیے بھی رزق حلال اتنا چھوڑ کر جائے کہ وہ اس کی عدم موجودگی میں اپنا گزر بسر کرسکیں اور وہ بھی کسی دوسرے کا محتاج ہوئے بغیر اپنے اہل وعیال کے لیے آسانیاں پیدا کرنا حلال ذرائع سے انہیں اچھی زندگی دینا اس کی ترکیب بنائی جارہی ہے۔

حج سادہ زندگی گزارنے کی تعلیم دیتا ہے:

لباس احرام سے زندگی میں سادگی کی طرف چلنے کی طرف راغب کیا جارہا ہے۔ بلکہ قیامت کے دن کی بھی تیاری کروانی جارہی ہے کہ احرام کفن میت سے مشابہ ہے قدرت یہ سکھا رہی ہے کہ پہلے میری بارگاہ میں آنے کا خالص نیت سے ارادہ کرو پھر ظاہری زیب و زینت کے بجائے لباس تقویٰ پر کاربند ہوجاؤ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ. (الاعراف،۷:۲۶)

''اور (اس ظاہری لباس کے ساتھ ایک باطنی لباس بھی اتارا ہے اور وہی) تقویٰ کا لباس ہی بہتر ہے۔''

حج مکارم اخلاق اپنانے کی تعلیم دیتا ہے:

حاجی کو نہ صرف ظاہری پاکیزگی کی تربیت دی جارہی ہے بلکہ اس کے باطن کو روشن و اجلا کیا جارہاہے۔ اسلام تو ویسے بھی اعلیٰ اخلاق اپنانے کا حکم دیتا ہے لیکن حج میں تو اور زیادہ اہتمام کا حکم ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ.

''حج کے چند مہینے معیّن ہیں (یعنی شوّال، ذوالقعدہ اور عشرۂ ذی الحجہ) تو جو شخص ان (مہینوں) میں نیت کر کے (اپنے اوپر) حج لازم کرلے تو حج کے دنوں میں نہ عورتوں سے اختلاط کرے اور نہ کوئی (اور) گناہ اور نہ ہی کسی سے جھگڑا کرے۔'' (البقرہ،۲: ۱۹۷)

اچھے اخلاق اپنانے اور اپنے نفس اور نفسانی خواہشات پر قابو پانے کی تربیت دی جارہی ہے تاکہ روحانیت پیدا ہو قربت الٰہی کی چاشنی و حلاوت پیدا ہو اس طرح دوران حج حلال جانور کا

> اﷲ تعالیٰ حج کے ذریعے ہمیں یہ سکھانا چاہتا ہے کہ ان بندوں کے راستے کو اپنا لو ان سے والہانہ عشق کرلو دنیا تو دنیا آخرت بھی سنور جائے گی

شکار کرنے کی بھی ممانعت ہے تاکہ انسانی حقوق کا ادراک ہونے کے ساتھ دیگر جانداروں کے حقوق کا بھی احترام کیا جائے۔

قربانی درس ایثار دیتی ہے:

قربانی ہمارے اندر دوسروں کے لیے کچھ کر گزرنے کا حوصلہ دیتی ہے۔ اپنے نفس امارہ کے سرکش جانور کو اللہ کے ڈر سے مار ڈالنے کی عادت ڈالتی ہے۔ قربانی ایثار پیدا کرتی ہے بانٹ کر کھانے کی عادت ڈالتی ہے۔

حج عشق کی سیڑھی ہے:

حج عشق الٰہی و محبوبان الٰہی تک پہنچنے اور ان کی قربت حاصل کرنے کی سیڑھی ہے حج میں وہ بھی مناسک و ارکان ادا کیے جاتے ہیں۔ وہ محبت و عشق الٰہی کے ساتھ ساتھ اللہ کے برگزیدہ بندوں سے الفت پیدا کرنے کا سبب بنتے ہیں۔

☆ کعبہ مقدسہ کا طواف ہمیں سکھاتا ہے کہ محبوب کے در سے ہٹنا نہیں اسی کے اردگرد آس پاس ہی رہنا ہے یہی مدار ہے یہیں سے حق ملے گا۔

☆ طواف میں رمل حبیب اللہ کی اداؤں کو یاد کرنے کا نام ہے۔ ملتزم کے پاس دعائیں مانگنا اور مقام ابراہیم پر نوافل پڑھنا خلیل اللہ کو یاد کرنے کا نام ہے۔

☆ صفا مروہ کی سعی کرنا حضرت اماں ہاجرہ سلام اللہ علیہا کی تڑپ کو یاد کرنے کا نام ہے زمزم پینا سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے قدموں کو یاد کرنے کا نام ہے۔

☆ حجر اسود کو بوسہ دینا محبوب خدا محمد مصطفیٰ ﷺ کے حسین ترین لبوں کو یاد کرنے کا نام ہے۔ پیر مہر علی شاہ فرماتے ہیں:

لباں سرخ اکھاں کے لال یمن
چٹے دند موتیاں دیاں من لڑیاں

☆ میدان عرفان و منیٰ و مزدلفہ سیدنا آدمؑ اور سیدہ اماں حواؑ کی یاد دلاتا ہے۔

☆ قربان سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی فرمانبرداری و اطاعت گزاری کو یاد کرنے کا نام ہے۔ سر منڈوانا اس منظر کی یاد دلاتاہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر آقا کریمؑ اپنی والیل زلفیں منڈوارہے تھے کہ صحابہ کرامؓ ایک بھی موئے مبارک کو زمین پر نہ گرنے دیتے بلکہ اپنے اپنے ہاتھوں سے تھام کر اپنے سروں پر تاج شاہی سمجھ کر سجالیتے۔

☆ رمی جمرات سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی شیطان کو نیک کاموں میں رکاوٹ بننے سے روکا اس کے سامنے ڈٹ گئے اور احکام الٰہی بجا لائے یہ اسی یاد کو تازہ کرنے کا نام ہے۔ اس سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ دشمن خدا سے ڈٹ کر مقابلہ کرنا ہے اور احکام الٰہی کو پورا کرنا ہے اس کی چالوں میں نہیں آنا۔ غرضیکہ حج ایک مکمل تربیتی پیکج ہے زندگی گزارنے کے لیے۔

اللہ تعالیٰ حج کے ذریعے ہمیں یہ سکھانا چاہتا ہے کہ ان بندوں کے راستے کو اپنا لو ان سے والہانہ عشق کرلو دنیا تو دنیا آخرت بھی سنور جائے گی۔

☆ حج سراپا عشق ہے اللہ اور اس کے محبوب بندوں سے اسی طرح حج کے بعد حاجی مدینہ شریف کی زیارت کو جاتے ہیں۔ شاعر کہتا ہے حاجیوں آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو۔

مدینہ شریف کی زیارت آقاؐ کے اس شہر طیبہ میں گزارے حسین ترین لمحوں اور محبوب کی اداؤں کو یاد کرنے کا نام ہے وہاں پر گنبد خضریٰ تا قیامت جگمگاتا رہے گا کیونکہ وہ عاشقوں کا چین وسکون ہے۔

گنبد خضریٰ خدا تجھ کو سلامت رکھے
دیکھ لیتے ہیں تجھے پیاس بجھا لیتے ہیں

مکہ شریف سراپا جلال ہے
عاشقوں کی قرار گاہ ہے

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری فرماتے ہیں مکہ مکرمہ مرکز عبادت جبکہ مدینہ منورہ مرکز محبت ہے۔

☆ حج عالمگیر وحدت ملی کے اظہار کا سب سے بڑا ذریعہ ہے اسلام ہمیشہ اتحاد و اتفاق کی بات کرتا ہے اس کی عبادات کو دیکھ لیں یا معاملات کو اتحاد ہر صور برقرار رکھنے کو ترجیح دیتا ہے۔ اس میں سب حاجیوں نے ایک جیسا لباس پہنچا ہوتا ہے کوئی کالا ہو یا گورا لمبا ہو یا چھوٹا دنیاوی عہدے میں بڑا ہو یا چھوٹا کسی بھی ملک سے ہو سب برابر ہیں۔ ایک وقت میں لاکھوں لوگ ایک جیسا لباس ایک جیسے افعال ایک جیسے حالات میں ہوتے ہیں۔ ایک امام کی اقتداء میں نماز و حج ادا کرتے ہیں۔ اس سے یگانگت و اتفاق پیدا ہوتا ہے سب اپنے رشتہ داروں سے کٹ کر جن لوگوں کو جانتے بھی نہیں ان کے ساتھ مل کر ایک جگہ قیام کرنا عبادات کرنا کھانا پینا محبت و الفت پیدا کرتا ہے۔

اسلام کی نظر میں سب برابر ہیں پھر چاہے وہ حاکم ہو محکوم ہو عام ہو خاص ہو۔ سب برابر ہیں۔ سب سے عظیم وہی ہوگا جو تقویٰ میں سب سے پختہ ہوگا۔ تمام مسلمان ایک گھر کی مانند ہیں سب مل کر مضبوط و پائیدار دیواریں بناتے ہیں۔ اسلام اتفاق کا دین ہے رحمت و محبت کا دین ہے یہ جوڑتا ہے توڑتا نہیں اللہ تعالیٰ جس طرح حاجیوں کی تربیت کرنا چاہتا ہے۔ حج کے ذریعے ویسے ہی یہ ساری چیزیں ہمیں اپنی تمام زندگی میں بھی اپنانی ہوتی ہیں تاکہ مسلمان معاشرہ ایک مثالی معاشرہ بن کر دوبارہ ابھرے جیسے آقاؐ کی ظاہری حیات طیبہ میں صحابہ کرامؓ کی زندگیاں تھیں۔

اللہ پاک ہمیں بھی اپنے محبوب بندوں کا عشق اور ان کے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہم سب کو آقا علیہ السلام کی آل طیبہ کے صدقے حج بیت اللہ کی باادب ومقبول حج کی سعادت نصیب فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆☆

انسانی ترقی میں تعلیمی اداروں کا کردار

ماں، معلم اور مکتب کا ترقی و خوشحالی میں مرکزی کردار ہے

نیک نیت معلمین کے نام تاریخ میں آج بھی زندہ و معتبر ہیں

پروفیسر حلیمہ سعدیہ

تاریخ انسانی کا مطالعہ کیا جائے تو احساس ہوتا ہے کہ انسانی معاشرے کے دو عدد کردار ایسے ہیں جو ہر زمانے میں حضرت انسان کے لیے اہم رہے۔ ان میں پہلا کردار جس شعبہ زندگی سے تعلق رکھتا ہے وہ استاد اور دوسرا اہم ترین کردار طبیب کا ہے۔ یہ دو افراد ایسے ہوتے ہیں کہ یہ اگر محض ایک کرسی ڈال کر سڑک کنارے بھی بیٹھ جائیں تو خلقِ خدا ان سے استفادہ کرنے کے لیے جمع ہوجاتی ہے۔ استاد کو اولیت اس لیے حاصل ہے کہ تمام شعبہ ہائے زندگی کسی نہ کسی استاد کی تربیت سے ہی نمو و پرورش پاتے اور عروج کا سفر طے کرتے ہیں۔ گویا یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ انسانی ترقی میں استاد اور باالفاظ دیگر تعلیمی اداروں کا کردار ہر دور میں کلیدی رہا ہے۔

ایک زمانہ تھا کہ جب درختوں کی گھنی چھاؤں میں بیٹھے اساتذہ کرام علومِ فلکیات و علوم ریاضی سمیت کہیں فقہ اور حدیث کے جید عالم اور کہیں رومی، رازی اور غزالی کی صورت میں تاریخ کے اوراق پر ان مٹ نقوش چھوڑ گئے۔ کہیں ابن سینا کا نام اپنی گونج چھوڑتا دکھائی دیا تو کہیں لائیم کے باغ میں بیٹھا ارسطو تعلیم کے خزانے لٹاتا نظر آیا۔ یہاں تک کہ تاریخ کے صفحات پر وہ دلچسپ مگر دلخراش منظر بھی رقم ہوا جس میں سقراط علم کی حقانیت پر ڈٹے رہنے کی پاداش میں زہر کا پیالہ پیتا نظر آتا ہے۔ قصہ مختصر تاریخ انسانی کے اوراق الٹ پلٹ کر دیکھیں تو ان گنت ایسے نام ہیں جو معلم ہونے کی بنا پر آج تک احترام اور ستائش کی نگاہ سے دیکھے اور یاد کیے جاتے ہیں۔

لیکن یہاں اس امر کا ذکر کرنا ضروری ہے کہ جس طرح کتاب ہدایت قرآن مجید میں یہ تلقین کی گئی ہے کہ اعمال کی بنیاد نیت پر ہے۔ اسی طرح تعلیم دینے والوں کی تعلیمات کس قدر پُر اثر اور نتیجہ خیز ثابت ہوتی ہیں۔ اس کا انحصار بھی معلم یا تعلیمی اداروں میں موجود افراد کی نیت پر ہوتا ہے۔ امت مسلمہ کے شاندار ماضی میں جن درسگاہوں یا اساتذہ نے ان مٹ نقوش چھوڑے یا قوموں کی زندگی میں بہترین ترقی کے ضامن ہوئے وہ سب نیت کے نیک اور خوف خدا دل میں رکھنے والے لوگ تھے۔ ایسے لوگ جو رب کائنات کی رضا کو مقدم جانتے تھے اور ان کا علم حاصل کرنا اور پھر علم کی اشاعت و ترویج کرنا۔ دونوں ہی عبادت کا درجہ رکھتے تھے۔ حضرت اقبال پر روشنی ڈالتے ہوئے کہتے نظر آئے:

عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی

نیتوں کی یہ نیکی عمل میں ایسی برکت پیدا کردیتی ہے کہ بقول غالبؔ

؎ آتے ہیں غیب سے یہ مضامیں خیال میں

کی مانند معلم اور درسگاہیں انسانی ترقی ونشوونما میں الہامی کردار

ادا کرتی ہیں۔ کہیں دور نہ جائیے۔ برصغیر پاک و ہند کی ہی تاریخ لے لیجئے۔ جب وقت کے ظالم ہاتھوں نے برصغیر کے مسلمانوں کو حاکم سے محکوم بنایا تو سر سید احمد خان ایک تعلیمی انقلاب کی صورت میں تحریک علی گڑھ سے برصغیر کے مسلم نوجوانوں کی تقدیر بدل کر رکھ دیتے ہیں۔ علوم دینی کے ساتھ جب جدید سائنسی علوم کا حصول مسلمان نوجوانوں کے لیے ممکن ہوا تو معاشرتی اور معاشی ترقی کا باعث بنا۔ دور قدیم ہو یا جدید انسانی ترقی میں تعلیمی درسگاہوں کے کردار سے انکار ممکن نہیں۔ یہ درسگاہ صفہ جیسی عظیم روحانی درسگاہ ہو یا ابن سینا، الزاہراوی، امام غزالی، مولانا روم جیسی ہستیوں کا حلقہ اثر مشہور کیمیا دان جابر بن حیان کے معلمین/ اساتذہ میں شمار ہونے والے الحمیاری کا ذکر ہو یا خلاف عباسیہ کے دور میں تحقیقاتی اداروں سے وابستہ رہنے والے علم فلکیات کے ماہر ابراہیم الفز اری کی لکھی اور ترجمہ کی گئی تصانیف کی بات ہو۔ بابائے کیمیا کا لقب پانے والے جابر بن حیان کی تحقیق وتصنیفات کی ستائش ہو۔

سائنسدان ابن سائنسدان یعنی محمد الفز اری کی جانب توجہ کی جائے جن کے والد بھی سائنسدان تھے اور نام ابراہیم الفز اری تھا۔ ریاضی، فلکیات، علم النجوم اور جغرافیہ کے شعبہ جات میں 780 عیسوی تا 850ء تک ناقابل فراموش اور گرانقدر خدمات سرانجام دینے والے الخوازرعی کو سراہا جائے یا محدثین کرام کی اس لمبی فہرست کو جنھوں نے گنجینہ ہائے علم کے دروازے ہم پر کھولے۔ ان میں احمد بن حنبل اور بخاری جیسے عظیم محدثین سرِ فہرست ہیں۔ یوں تو محدثین کی تعداد بھی لاکھوں میں ہے اور تاریخ کے پنوں پر درج انگنت نام ایسے ہیں جنہوں نے سائنس، طب، ریاضی، فقہ، حدیث اور سیاحت و ثقافت کے ضمن میں علوم وفنون کے گنج ہائے گراں مایہ لٹائے ہیں اور یہ تمام نابغہ روزگار ہستیاں اپنے اس معیار کو پہنچیں تو اس کا سہرا ان تعلیمی درسگاہوں کو جاتا ہے۔

جہاں سے انہوں نے کسب فیض کیا۔ دور حاضر پر غائرانہ نظر ڈالیں تو واضح ہوتا ہے کہ تعلیمی درسگاہوں کی بہتات کے باوجود تعلیم و تربیت کا فقدان معاشرے میں موجود ہے۔ ایسے افراد بھی مل جاتے ہیں جو ڈگری یافتہ تو ہیں لیکن علم یافتہ نہیں لیکن ان سب حقائق کے باوجود دور جدید کی تمام تر ترقی کی وجہ یہ تعلیمی درسگاہیں ہی ہیں جو علوم وفنون کے وسائل سے لیس نسل نو کی علمی آبیاری کرتی دکھائی دیتی ہیں۔ اگر یہ درسگاہیں اپنا کردار ادا نہ کریں تو ایسے ماہر طبیب، انجینئرز، بزنس مین اور وکیل کہاں سے وجود میں آئیں۔ یہ تعلیمی درسگاہیں ہی ہیں جو انسان کو جینا سکھاتی ہیں اور ستاروں پہ کمند ڈالنے کا حوصلہ کرتی ہیں۔ نپولین بونا پارٹ نے شاید اسی اہمیت کے پیش نظر یہ کہا تھا: کہ تم مجھے پڑھی لکھی مائیں دو میں تم کو کامیاب قوم دوں گا۔

کیونکہ بلاشبہ انسان کی پہلی درسگاہ ماں کی گود ہی ہوتی ہے۔ بحیثیت مسلم ہمارے تو عقائد میں معلم اور مادر علمی کو نہایت عقیدت اور احترام بیان کیا جاتا ہے۔ خود سرور کونین، رحمت اللعالمین، شافع محشر، امت محمدی کے سردار، سردار الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنے آپ کو معلم کیا اور اسلامی عقائد میں انسانی ترقی وعروج کی بنیاد علم صالح کے حصول کو ہی قرار دیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام نمایاں علوم مثلاً سائنس، طب، ریاضی، جغرافیہ، علم نجوم، بحری سفر وغیرہ کے موجد مسلمان اسلاف ہیں مگر اندلس کے ان بیش بہا ذخائر کتب کو جب اغیار اقوام چھین کر لے جانے میں کامیاب ہوئیں تو ہم مسلمان اپنے اسلاف کی کتب اور درسگاہوں سے محروم ہوکر غیر کے دست نگر ہونے پر مجبور ہوگئے کیونکہ اس حقیقت سے انکار کسی طور ممکن نہ تھا کہ انسان کی ترقی میں تعلیمی درسگاہیں کلیدی کردار ادا کرتی ہیں۔ اسی دردناک محرومی کو اقبال نے یوں بیان کیا:

مگر وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آباء کی
جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارہ

☆☆☆☆☆

ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ

والدین بلوغت کی عمر کو پہنچنے والے بچوں کو وقت اور توجہ دیں

متوازن سوچ کا حامل خاندان پرامن معاشرے کی تعمیر کا ضامن ہے

عائشہ مبشر

امجد صاحب کی فیملی ایک عام لوئر مڈل کلاس فیملی تھی ۔میاں بیوی اور 5 بچوں پر مشتمل 7 نفوس کی فیملی کراچی شہر کے ایک گنجان آباد علاقے لیاقت آباد میں ایک 3 کمروں کے چھوٹے سے گھر میں رہتی تھی۔امجد صاحب بنک میں ملازم تھے اوران کی زوجہ خالصتاً گھریلو خاتون تھیں جنہیں صبح سے شام گھر داری سے ہی فرصت نہیں ملتی تھی۔ امجد صاحب کی تنخواہ اتنی تھی کہ بمشکل گزارہ ہو پاتا ۔دو بڑے بچے ایک بیٹا اور ایک بیٹی یکے بعد دیگرے فورتھ ائیر اور تھرڈ ائیر کے سٹوڈنٹ تھے ۔ ردا تیسرے نمبر پر تھی میں ایک ماہ قبل ہی اس نے میٹرک اعلیٰ نمبروں سے پاس کیا تھا۔خواہش تو تھی کہ شہر کے اچھے کالج میں داخلہ ہومگر والد صاحب کی محدود آمدن نے اس کی اجازت نہیں دی لہذا انہوں نے اسے گھر سے قریب واقعہ گورنمنٹ ڈگری کالج میں داخل کروا دیا۔ دو بچے ایک بیٹا اور ایک بیٹی بالترتیب 8th اور 9th کلاس میں پڑھتے تھے ۔ ردا درمیان میں ہونے کی وجہ سے عموماً ماں باپ اور بہن بھائیوں کی بے توجہی کا شکار رہتی تھی۔ اب وہ عمر کے اس حصے میں تھی جب خود شناسی کا آغاز ہو چکا ہوتا ہے اور اگر بروقت توجہ نہ ملے تو خود پسندی کی صورت اختیار کر جاتا ہے ۔گھر میں جب کوئی اہمیت نہ ملتی تو رداتخیلات کی دنیا میں پناہ لیتی اس کے کچے ذہن میں جانے کہاں سے تصوراتی کہانیاں جنم لیتیں اور وہ ان کہانیوں میں خود کو ایک خود اعتماد، حاضر جواب اور مرکز نگاہ ردا کے روپ میں دیکھتی تھی۔مگر جب حقیقت کی دنیا میں قدم رکھتی تو ایک نظر انداز ڈرا سہا وجود نظر آتا۔ صلاحیتیں ہونے کے باوجود ماں باپ اور بہن بھائی کی بے توجہی نے اس کی شخصیت میں ایک خلا پیدا کر دیا تھا۔ ایک دن شام میں چھت پر کپڑے ڈالنے گئی تو نیلے آسمان پر تیرتے بادلوں نے اسے مسحور کر دیا اور اپنے گرد وپیش سے ماورا آسمان کو تکنے لگی اسے لگا وہ ایک پرندہ ہے جو نیلے آسمان کی وسعتوں میں کھلی ہوا میں پر پھیلا کر اڑنا چاہتا ہے یکدم اسے احساس ہوا کہ کوئی اسے مستقل دیکھ رہا ہے اس احساس نے یکدم ردا کو بے چین کر دیا جسے کوئی بھولے سے بھی نہیں دیکھتا تھا آج کوئی اسے ٹکٹکی لگا کر دیکھ رہا تھا۔ ردا گھبرا کر چھت سے نیچے بھاگ آئی اس کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا آخری سیڑھی سے اترتے ہوئے وہ گرنے سے بال بال بچی۔ ماں کی نظر جیسے ہی اس پر پڑی وہ ڈانٹنے لگیں کہ اتنی دیر سے چھت پر کیا کر رہی تھی جاؤ جا کر اپنا ہوم ورک مکمل کرو۔ ردا اور گھبرا کر غڑاپ سے کمرے میں غائب ہوگئی۔ پڑھائی سے یکدم دل اچاٹ ہو گیا بار بار چھت کا منظر اس کی نگاہوں کے سامنے آجاتا ۔ اگلے روز کالج سے واپسی پر ردا ٹھٹھک گئی چھت پر ٹکٹکی باندھنے والا اب گلی کے کونے پر کھڑا مسکرا کے گھور رہا تھا جب ردا

قریب سے گزری تو اس نے لپک کر کاغذ کا ایک رقعہ اس پر اچھال دیا جو ردا کی چادر کے پھیلاؤ میں الجھ گیا ردا کو اور تو کچھ سمجھ نہیں آئی اس نے گھبرا کر رقعہ ہاتھ میں دبوچ لیا اور بھاگ کر گھر میں داخل ہوگئی۔ ردا خوف کے مارے دھیرے دھیرے کانپ رہی تھی کاغذ کا رقعہ اس کی مٹھی میں اسے کسی بچھو کی مانند ڈنک مار رہا تھا ۔کمرے میں پہنچتے ہی اس نے رقعہ دور پھینک دیا، مگر کچھ ہی دیر میں کوئی دیکھ نہ لے اس خوف سے واپس اٹھا لیا اور کتاب میں چھپا لیا سوچا کہ کالج میں پھاڑ کر پھینک دے گی۔اگلے دن کالج میں کافی گہما گہمی تھی کالج کا مینا بازار آنے والا تھا اور اس سے پہلے انٹر کالجیٹ بین الکلیاتی مقابلہ تھا۔ مس حمیرا ردا کی کلاس ٹیچر اور ڈیبیٹ سوسائٹی کی ہیڈ تھیں طبعًا نرم مزاج اور خوش اخلاق خاتون تھیں اور اپنی طالبات سے

اپنی تربیت وتزکیہ کو ہر لمحہ جاری رکھیں کیونکہ آپ کی اولاد آپ کی شخصیت کا آئینہ ہے جیسا آپ خودکو ڈھالیں گے وہ ویسے ہی نظر آئیں گے۔آپ کی اولادصرف آپ کا ہی نہیں بلکہ آپ کے ملک اور اللہ کے دین کا بھی سرمایہ اور مستقبل ہے

خصوصی لگاؤ رکھتی تھیں اپنی کلاس کی سٹوڈنٹس کو بین الکلیاتی تقریری مقابلہ میں حصہ لینے کے لئے تیار کر رہی تھیں اور ابھی تک تین طالبات نے تقریری مقابلہ میں حصہ لینے کی حامی بھری تھی۔ کالج میں داخلے کے پہلے ہی دن سے ردا مس حمیرا کی توجہ کا مرکز تھی وہ کافی دن سے نوٹس کر رہی تھیں کہ ردا ایک ذہین طالبہ ہے مگر خود اعتمادی سے محروم ہے۔مس حمیرا ایسی طالبات کو خصوصی توجہ اور شفقت دیا کرتی تھیں حالانکہ 75 طالبات کی کلاس میں موجودگی میں ہر کسی کو توجہ دینا ناممکن امر تھا مگر مس حمیرا اس بات پر یقین رکھتی تھیں کہ ہر طالبہ ملک پاکستان کے روشن مستقبل کی اہم کڑی ہے اگر ایک کڑی بھی کمزور رہ گئی تو پاکستان کے روشن مستقبل کا خواب شرمندہ تعبیر ہونے میں اور تاخیر ہوجائے گی۔ انہیں آج ردا پہلے کی نسبت اور زیادہ گھبرائی ہوئی لگ رہی تھی۔مس حمیرا نے اسے آواز دی تو وہ ایسے بوکھلا گئی جیسے کوئی چوری پکڑی گئی ہو۔مس حمیرا اس کی یہ حالت دیکھ کر پریشان ہوگئیں انہوں نے ردا کو پیار سے اپنے پاس بلایا اور کلاس کے بعد سٹاف روم میں ملنے کو کہا۔ ردا ڈرتے ڈرتے مس حمیرا کے پاس چلی گئی اور انہیں تکنے لگی مس حمیرا نے اسے انتہائی شفقت سے کرسی پر بیٹھنے کو کہا۔ پہلے تو مس حمیرا نے کلاس میں اسکی کارکردگی کی خوب تعریف کی اور اس کی شخصیت کو بھی سراہا کہ وہ باوقار، باحیا اور مہذب ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت ذہین اور تعلیمی مضامین میں بے حد اچھی ہے ان کے جملوں نے ردا کے اعصاب پر چھائے تناؤ کے گمبھیر بادلوں میں روشنی کی ایک کرن پیدا کردی۔مس حمیر اسے پیار سے سمجھانے لگیں کہ دیکھیں ردا بیٹا آپ پڑھائی میں بہت اچھی ہیں اور آپ کی نثر نگاری بھی عمدہ ہے۔آپ اس تقریری مقابلے میں حصہ لیں میں آپ کی بھرپور مدد کروں گی انہوں نے مزید کہا کہ ردا بیٹے زندگی میں بعض دفعہ ہمیں غیر متوقع صورت حال کا سامنا کرنا پڑتا ہے ایسے ہمشکل لمحات بطور انسان ہماری آزمائش ہوتے ہیں ہم خود کو جتنا مرضی کمزور اور اکیلا سمجھیں مگر اللہ رب العزت جو "شہ رگ سے بھی قریب ہے "اور 70 ماؤں سے بڑھ کر ہمیں پیار کرتا ہے ہمیشہ ہمارے ساتھ ہوتا ہے۔مس حمیرا کے حوصلہ افزاء جملوں نے اس کے خوف کو بالکل ختم کردایا اور اس کے اندر جیسے ایک روشنی بھر دی۔ وہ اعتماد سے بولی "ٹیچر میں انشاء اللہ آپ کی ہدایات پر مکمل عمل کروں گی اور تقریری مقابلہ میں بھی حصہ لازمی لوں گی۔مس حمیرا نے اسے بتایا کی تقریری مقابلے کا موضوع "اے جذبہ دل گر میں چاہوں "بہت اچھا موضوع ہے جس میں ردا اپنے عزم و ارادہ کو بصورت الفاظ سب تک پہنچا سکتی ہے ۔کالج سے واپسی پر ردا گویا ایک نئی ردا تھی اسے لگا وہ بھی

ماں باپ کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ خود کو دودر جدید کی تمام نئی دریافتوں اورٹیکنالوجی سے ہم آہنگ رکھیں تاکہ بچوں کو آپ سے بات چیت کرنے میں کوئی مشکل نہ ہو اور آپ بھی غیر محسوس طریقہ سے ان کی سرگرمیوں کا مشاہدہ کرسکیں

اہم ہے اور سب سے خوبصورت احساس تو اپنے رب کی نگہبانی اورنظر میں ہونے کا تھا اس کے قدموں کی لڑکھڑاہٹ مضبوطی میں بدل چکی تھی۔ وہ پھر گلی کے کونے پر منتظر کھڑا تھا مگر اب ردا پہلے والی ردا نہیں تھی اسنے کل والا رقعہ ہاتھ میں تھام لیا اور اسکے سامنے پرزہ پرزہ کردیا اور نہایت اعتماد سے بولی اللہ نے ہمیں ایک ہی زندگی دی ہے اسے کس طرح گزارنا ہے ہمارا عمل اس کی وضاحت کرتا ہے اور جب لوٹ کر اس رب کی بارگاہ میں ہی جانا ہے تو بہتر ہے کہ ایسے گمراہی کے کاموں کے بجائے اپنا وقت خیر کے کاموں میں صرف کریں۔ اپنی بات مکمل کر کے وہ اعتماد سے آگے بڑھ گئی۔ اگلے دن ردا تقریر لکھ کر مس حمیرا کے پاس لے آئی۔ مس حمیرا نے تقریر پڑھی چند ایک جگہ جملوں اورالفاظ کی تصحیح کی اور ردا کو اسے باآواز بلند پڑھنے کو کہا۔ رداتھوڑی دیر جھجکی مگر ٹیچر کی حوصلہ افزائی پر اس نے ایک بار فٹا فٹ تقریر پڑھ دی ۔ مس حمیرا نے اسے تقریر کے اتار چڑھاؤ اور جملوں کے درمیان ٹھہراؤ کا طریقہ کارسمجھایا۔ الغرض مقررہ دن جب ردا سٹیج پر آئی تو مس حمیرا کی توجہ اور مستقل محنت کی وجہ سے ردا نے بہترین تقریر کی اور پروگرام کے اختتام پر جب نتائج کا علان ہوا تو ردا نے دوسری پوزیشن حاصل کی اس اچانک جیت نے ردا کی شخصی خود اعتمادی کو مزید بڑھا دیا۔

یہ مختصر سی کہانی لکھنے کا مقصد محض قصہ گوئی نہیں بلکہ آپ سب کی توجہ ایک انتہائی اہم مسئلہ ہمارے بچوں کا دور بلوغت " کی طرف دلوانا ہے جس سے کم وبیشتر ہر تیسرا گھر دوچار ہے۔ پر امن و پرمسرت خاندان پر امن معاشرے کی تعمیر کا ضامن ہے۔ اور ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ یہ وہ دو اہم ترین مقاصد ہیں جو ہم کب سے پسِ پشت ڈال چکے ہیں۔ مادیت پرستی اور نفسا نفسی کے دور میں زمیں پر ہی حشر کا سماں ہوا لگتا ہے۔ ہمارے گھروں میں بلوغت کی عمر کو پہنچنے والے بچے اور بچیاں بہت سے جسمانی نفسیاتی اور جذباتی مزاج اور اتار چڑھاؤ کا شکار رہتے ہیں اور ماں باپ اپنی مصروفیات میں ان کو توجہ نہیں دے پاتے ۔ یہ خیال رکھنا کہ آپ کے بچے کو آپ کے وقت اور توجہ کی ضرورت محض بچپن تک ہی نہیں بلکہ اس سے کہیں زیادہ بلوغت کی عمر میں ہے۔ یہ اکیسویں صدی ہے اس کے چیلنجز میڈیا اور انٹرنیٹ کے ذریعے آپ کے گھروں میں آپ کی اولاد کو صبح شام اپنے نرغے میں لینے کہ لئے سرگرم عمل ہیں ۔ زرا آپ کی توجہ چوکی تو ان کے اس تبدیلی کے مشکل وقت میں آپ کی جگہ کوئی بھی ایسا فرد یا میڈیم لے سکتا ہے جس کا مطمع نظر محض اپنی مطلب براری ہوگا جو آپ کے اور اپ کی اولاد کے لئے نقصان دہ ہوسکتا ہے۔ ہر ردا کو مس حمیرا نہیں ملتیں بلکہ وہ اکثر گلی کے کونے پر، سوشل میڈیا کی کسی ایپ گمراہی کو گلے لگا لیتی ہیں۔ لہذا یہ جاننا بے حد ضروری ہے کہ اس عمر کی علامات اور اس عمر میں ہونے والی تبدیلیوں کو کیسے احسن طریقے سے ڈیل کیا جاسکتا ہے۔ بلوغت کا احساس ہر ایک کے لئے مختلف ہوتا ہے اور یہ عمل بتدریج ہوتا ہے۔ یہ ابتدائی تبدیلیاں عام طور پر آنکھ سے نظر نہیں آتیں کیوں کہ یہ ہارمونز کے ذریعے واقع ہوتی ہیں۔بلوغت کے لئے سب کے لئے کوئی خاص عمر مقرر نہیں ہوتی۔یہ ہر فرد کے لئے اُس کے جسمانی نظام کے مطابق عمل میں آتی ہے۔لڑکیوں میں بلوغت کا آغاز 8 سے 17 سال کی عمر اورلڑکوں میں 10 سے 18 سال کی عمر کے دوران ہوتا ہے۔

جسمانی تبدیلیوں سے تو عمومی طور پر والدین آگاہ بھی کر دیتے ہیں اور عمومی تربیت بھی کر دیتے ہیں۔مگر دور بلوغت میں نوجوان بچے بچیوں میں خود شناسی اور خود پسندی کے جذبات پیدا ہو جاتے ہیں بار بار آئینہ دیکھنا ، اپنے لئے تعریفی نظروں اور جملوں کا منتظر رہنا عام بات ہوتی ہے۔ بلوغت کے دوران جسم نئے ہارمونز سے ہم آہنگی پیدا کر رہا ہوتا ہے تو خیالات میں اُلجھن پیدا ہوسکتی ہے یا جذبات میں ایسی شدّت آسکتی ہے جس کا اِس سے پہلے کبھی تجربہ نہیں ہُوا تھا۔ اس صورتحال میں والدین ہی وہ واحد مضبوط سہارا ہوتے ہیں جو اپنی اولاد کی شخصیت مضبوط بنیادوں پرتعمیر کرنے میں اپنا کردار ادا کرسکتے ہیں۔

اس سلسلے میں کچھ اہم باتوں کا خیال رکھنا بے حد ضروری ہے۔

1۔ اولاد کی ابتدائی تربیت میں ماں کا کردار کلیدی ہوتا ہے مگر بلوغت کی عمر میں پہنچنے پر بیٹیوں کے لئے والدہ اور بیٹوں کے لئے والد کے لئے ضروری ہے کہ وہ کتنا ہی مصروف ہیں روزانہ کی بنیاد پر اپنے بچوں کے ساتھ وقت ضرورگزاریں۔

2۔ جب بچے لڑکپن کی سرحدوں کو پار کر کے نوجوانی کی سرحد پر قدم رکھیں تو یہ وقت ماں باپ سے زیادہ ان کا دوست بننے کا ہوتا ہے۔ اپنے بچوں کے ساتھ ایسا تعلق استوار کریں کہ وہ سب سے بڑھ کر آپ پر اعتماد کریں اور اپنی کامیابیوں کی طرح اپنی ناکامیاں بھی کھلے دل سے آپ کے ساتھ شئیر کرسکیں۔

3۔ جوانی میں متضاد جنس کی جانب متوجہ ہونا فطری ہے لہٰذا بچپن سے ہی ان کا آئیڈیل ایسی ہستیوں کو بنائیں جن کی جوانیاں پاک ومطہر اور با مقصد تھیں۔

4۔ بچوں کی تعداد کم ہو یا زیادہ انہیں ممتا کے پیار و شفقت سے کبھی محروم نہ کریں ان کی پیشانی پر بوسہ دینا کوئی اچھا کام کرنے پر ان کے ہاتھوں کو چومنا کبھی نہ چھوڑیں۔ عموماً دیکھنے میں آیا ہے کہ جب بچے بڑے ہو جاتے ہیں تو ہم انہیں

گھر کے ہر چھوٹے بڑے معاملے میں بچوں سے مشاورت کریں تا کہ نہ صرف انہیں رائے دینا اور اپنی رائے کا تجزیہ کرنا آئے بلکہ انہیں اپنی اہمیت کا بھی احساس ہو اس طرح ان کا اپنے گھر اور اپنے گھر کے افراد سے رشتہ مضبوط ہوگا

جسمانی طور پر خود سے دور کر دیتے ہیں۔ بے شک بچپن کی طرح گود میں لینا سینے سے لگانا ممکن نہیں مگر پیشانی پر بوسہ دینا ہاتھ چومنا بالوں کو سہلانا ایک بے حد سکون آور عمل ہے جو ان کی بہت سی پریشانیوں اور ڈپریشن کا مداوا کرسکتا ہے۔

5۔ ماں باپ کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ خود کو دودرجدید کی تمام نئ دریافتوں اورٹیکنالوجی سے ہم آہنگ رکھیں تا کہ بچوں کو آپ سے بات چیت کرنے میں کوئی مشکل نہ ہو اور آپ بھی غیرمحسوس طریقہ سے ان کی سرگرمیوں کا مشاہدہ کرسکیں۔

6۔ آپ کے بیٹا یا بیٹی جب نیا لباس پہنیں بے شک رنگ یا ڈیزائن آپ کی پسند کا نہ بھی ہوتو ان کی مبالغہ آمیز تعریف ضرور کریں جیسے ماشااللہ آپ آج بہت الگ لگ رہے ہو ، یا آپ پر یہ سٹائل بہت سوٹ کر رہا ہے۔ اس ہیر سٹائل میں تو آپ بے حد خوبصورت لگ رہے ہو وغیرہ وغیرہ

7۔ اپنے بچوں کے مسائل سنتے وقت اپنے تجربے کے ساتھ ساتھ موجودہ دور کے چیلنجز کو بھی سامنے رکھیں اگر آپ گھریلو خاتون ہیں تو باہر اپنے تعلیمی اداروں میں انہیں کس صورتحال کا سامنا ہے وہ آپ کے علم میں نہیں لہٰذا ان کے دوست بنیں ناصح نہیں۔

8۔ جب بھی آپ کی نوجوان اولاد آپ سے اپنا مسئلہ بیان کرے تو ہوسکتا ہے وہ آپ کے لئے بے حد سرسری ہو مگر

ان کے لئے بے حد گمبھیر ہو اس صورتحال میں بات سنتے وقت اپنے چہرے کے تاثرات ان کے انداز بیان کے مطابق رکھیں انہیں ہرگز یہ محسوس نہ ہونے دیں کہ آپ نے ان کی بات کو کوئی اہمیت نہیں دی ۔

9۔ مسئلہ کا حل دیتے وقت ناصحانہ کے بجائے مشاورتی انداز اپنائیں اپنے تجربوں سے زیادہ مقدس نفوس کی حیات طیبہ سے حوالے دیں۔ کیونکہ ان کے اعمال صالحہ کے باعث ان کا ذکر باعث برکت وسکون ہوگا ۔

10۔ اگر خدانخواستہ آپ کے بچے کوئی بہت بڑی غلطی کر بیٹھیں تو بے شک یہ آپ کے لئے آزمائش کا باعث ہے مگر ان کے لئے زیادہ بڑی آزمائش ہے اس صورتحال میں ان کو کبھی رد نہ کریں بلکہ انتہائی دانشمندی سے ان کی غلطی کی اصلاح کی بہترین صورت پرقرآن وحدیث سے رہنمائی لیں ۔ اور احساس جرم سے نکلنے کے لئے انہیں وقت دیں اور اس دوران طعن تشنیع سے سختی سے اجتناب کریں نہ ہی غلطی کا بار بار ذکر کریں۔ بلکہ کوشش کریں کہ انہیں مثبت مصروفیت دیں جس کے باعث انہیں ماضی کی تکلیف دہ سوچوں سے نجات ملے۔

11۔ گھر کے ہر چھوٹے بڑے معاملے میں بچوں سے مشاورت کریں تاکہ نہ صرف انہیں رائے دینا اور اپنی رائے کا تجزیہ کرنا آئے بلکہ انہیں اپنی اہمیت کا بھی احساس ہو اس طرح ان کا اپنے گھر اور اپنے گھر کے افراد سے رشتہ مضبوط ہوگا۔

12۔ 12 سے 25 سال کی عمر تک کے بچوں کو اپنے عمومی معاملات پر خود فیصلہ کرنے دیں اور اپنی رائے ان پر ہر گز زبردستی نہ تھوپیں آپ ان کیآ جر نہیں بلکہ ماں باپ ہیں ہماری بچوں میں سب سے بڑی خامی مضبوط قوت فیصلہ کا نہ ہونا ہے یہی وجہ ہے کہ اعتماد و یقین سے کہا گیا جھوٹ بھی انہیں سچ لگتا ہے ۔انہیں فیصلہ کرنے کا جزوی اختیار دینا اور مشاورتی اور غیر محسوس انداز میں درست فیصلہ کرنے میں ان کی مدد ضرور کریں جیسے "بیٹے میرا خیال ہے کہ اگر ایسا ہو جائے تو اس کے یہ فائدے ہیں"۔ یا "اگر یوں نہیں یوں کرلیں تو نقصان کم ہوگا" وغیرہ وغیرہ۔بچوں کے فیصلوں کے غلط نتائج آنے کی صورت میں ایک جملہ سے سختی سے پرہیز کریں کہ دیکھا ، میں نے تو پہلے ہی کہا تھا"۔ اس کی جگہ اگر یہ کہیں کوئی بات نہیں بیٹے ایسا ہو جاتا ہےہم کوئی اور لائحہ عمل اپنا کر دوبارہ کوشش کر لیتے ہیں ۔

معزز قارئین ماں اور باپ بننا کوئی عام بات نہیں ایک عظیم ذمہ داری ہے آپ کے بچے کو آپ کی جتنی ضرورت شیر خوارگی میں ہے اس سے کہیں ذیادہ ضرورت آپ کے ساتھ کی اپنے جوانی کے ایام میں ہے ۔ لہٰذا اپنی تربیت وتزکیہ کو ہر لمحہ جاری رکھیں کیونکہ آپ کی اولاد آپ کی شخصیت کا آئینہ ہے جیسا آپ خودکو ڈھالیں گے وہ ویسے ہی نظر آئیں گے۔ آپ کی اولادصرف آپ کا ہی نہیں بلکہ آپ کے ملک اور اللہ کے دین کا بھی سرمایہ اور مستقبل ہے ۔آپ کی تربیت اور آپ کا وقت جو آپ اڑھائی سال سے لیکر 25 سال کی عمر تک اپنے بچوں کو دیتے ہیں وہ ایک ایسی سرمایہ کاری ہے جس کے لئے مثل مشہور ہے کہ "جتنا گڑ ڈالو اتنا میٹھا ہوگا"۔ یا پھر " جو بوئیں گے وہی کاٹیں گے "۔موجودہ دور میں بڑھتی ہوئی مایوسی اور بد تر ہوتی معاشی صورتحال ایک بہت بڑا چیلنج ہے نوجوان نسل میں بڑھتا ڈپریشن ، خودکشیوں اور جرائم کی طرف رغبت کا رجحان ایک ایسی مسلسل جنگ ہے کہ ہم اس سے لڑیں گے نہیں تو اس کا شکار ہو جائیں گے۔ پھر دعا زہرہ ، نمرہ، دینار جیسے کیسز منظر عام پر آتے رہتے ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ رب العزت ہمیں ہمارے دل ، دماغ کی آنکھیں کھلی رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری نسلوں کی ظاہر و باطن کے تمام فتنوں سے حفاظت فرمائے ۔آمین۔

☆☆☆☆☆

خوشحال پاکستان، مگر کیسے؟

محققین کے مطابق معاشی ترقی خوشحالی کا واحد پیمانہ نہیں

سماجی انصاف اور خود انحصاری مثالی معاشرے کی بنیاد ہے

سمیہ اسلام

دولت اور خوشحالی دو الفاظ ہیں جن کا ہم اکثر پیسہ بہت زیادہ ہونے کی حالت سے کرتے ہیں۔ اگرچہ یہ دونوں الفاظ بعض مواقع پر ایک دوسرے کے ساتھ بدل سکتے ہیں، لیکن دولت اور خوشحالی میں بنیادی فرق ہے۔ دولت اور خوشحالی کے درمیان بنیادی فرق ان دو الفاظ کے معنی میں ہے۔ دولت کو قیمتی مال یا دولت کی کثرت کی حالت سے تعبیر کیا جاسکتا ہے جبکہ خوشحالی خوشحال یا کامیاب ہونے کی حالت ہے۔خوشحالی کو مادی املاک، دولت، دولت اور خوشی جیسے دوسرے عوامل کی کثرت کے طور پر بیان کیا جاسکتا ہے۔ یہ ایک خوش قسمتی رکھنے کے برابر ہوسکتا ہے۔ خوشحال شخص کے پاس نہ صرف بہت سارے پیسہ، اور جائیداد ہوتی ہے، بلکہ اس کے بہت سے دوست، کنبہ اور دوست بھی ہوتے ہیں اور وہ صحتمند بھی رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض اوقات لوگ خواہش کرتے ہیں کہ 'آپ کا نیا سال خوشحال ہو۔' یہاں، وہ صرف پیسہ یا دولت کی خواہش نہیں کررہے ہیں بلکہ خوشی کی خواہاں بھی ہیں۔درحقیقت، بہت سی لغات میں، خوشحالی کی تعریف خاص طور پر معاشی بہبود کے طور پر کی جاتی ہے۔ بہرحال، یہ کامیاب، ترقی پذیر اور پھل پھول ہونے کی حالت کی بھی نشاندہی کرتا ہے اور اس سے اچھی طرح سے صحت اور خوشی جیسے دیگر پہلوؤں کی مثال دی جاتی ہے، جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔

سماجی انصاف کسی بھی خوشحال معاشرے کی بنیاد ہوا کرتا ہے۔وہ معاشرہ سماجی انصاف کا حامل سمجھا جائے گا جہاں تعلیم سب کے لیے ہو اور ایک جیسی ہو، قانون کی ہر صورت عمل داری ہو، کوئی قانون سے بالاتر نہ ہو، معاشی حیثیت کی بنیاد پر چارا دستی نہ ہو، نسل، حسب نسب، مکتب، مذہب، رنگ، علاقے کی بنیاد پر انصاف کے نظام پر اثر نہ پڑے، وسائل کی تقسیم منصفانہ ہو، کسی کو کم کسی کو زیادہ نہ ملے، ایسا بھی نہ ہو کہ کسی کو ملے ہی نا۔ جبراً کوئی کسی پر بھی قابض نہ ہو، کوئی کسی بھی فرد کی حق ملکیت، اس کی عزت پر اثر انداز نہ ہو، لیکن ان سب عوامل کے علاوہ بھی بہت سے ایسے نکات ہیں جو معاشرے میں انصاف کی عکاسی کرتے ہیں اور انصاف کی اکائی سمجھے جاتے ہیں۔

ایک سوال یہ بھی ابھرتا ہے کہ کیا اقتصادی ترقی کسی قوم کے خوشحال ہونے کا معیار ہوسکتی ہے؟ کیا معاشی ترقی ہی کسی قوم کی خوشحالی کا باعث ہوسکتی ہے۔ ایک نئی تحقیق میں معاشرتی ترقی کے اس روایتی تصور پر سنجیدہ سوالات اٹھانے سے اقتصادی اور سماجی حلقوں میں ایک نئی بحث چھڑ گئی ہے۔ دنیا بھر کے مختلف ترقی یافتہ ممالک کے معاشروں میں قوم پرستی کو عروج حاصل ہو رہا ہے اور بعض پالیسی ساز حلقے بھی عالمگیریت اور کثیر النسلی کو اپنا ہدف بنانے سے گریز نہیں کر رہے۔ ایسی صورت حال میں خوشحالی کا اقتصادی ترقی کے ساتھ ربط و ملاپ پر دو ریسرچرز نے انگلیاں اٹھائی ہیں۔ انہوں نے معاشرتی خوشحالی کو پائیدار ترقی اور ماحولیاتی استحکام کی بنیاد قرار دیا ہے۔

جرمنی کے مشہور اقتصادی ادارے کیل انسٹیٹیوٹ برائے عالمی اقتصاد کی محققہ کاتارینا لیما ڈی مرنڈا نے 'گلوبل

سلوشن انیشی ایٹیو نامی ادارے کے سربراہ ڈینس سنوئر کی قیادت میں مکمل کی جانے والی ریسرچ میں خوشحالی کا ایک نیا ماڈل پیش کیا ہے۔ اس ریسرچ کا نام 'دی ری کپلنگ ڈیش بورڈ رکھا گیا ہے۔ اس میں لوگوں کی معاشی ترقی کو ملکی سالانہ مجموعی قومی پیداوار سے علیحدہ کر کے دیکھا گیا ہے۔اس نئے ماڈل میں اتفاق کیا گیا کہ اقتصادی ترقی کسی بھی قوم کے لیے بہت ضروری ہے لیکن یہ خوشحالی کا مکمل معیار ظاہر نہیں کرتی اور اس کے لیے ضروری ہے کہ اُس قوم کے اندر ماحولیاتی استحکام کے ساتھ ساتھ با اختیار ہونے (empowerment) اور مجموعی یک جہتی کو بھی پرکھا جائے۔ اس تناظر میں دونوں محققین نے مختلف امور کو بھی خوشحالی کے ساتھ منسلک کیا ہے۔ریسرچ میں با اختیار بنانے کے حوالے سے یہ پرکھا گیا ہے کہ کسی بھی قوم یا ملک میں مجموعی سماجی 'امپکٹ کی کیفیت کیا ہے، اوسط عمر کتنی ہے، تعلیم پر توجہ کتنی مرکوز کی یا کرائی گئی ہے اور اس کے علاوہ حکومتی اقدامات سے لوگوں کے اعتماد کی سطح کیا ہے۔ یہ بھی دیکھا گیا کہ کسی بھی معاشرے کے افراد میں اعتماد برقرار رکھنے یا بحال کرنے کے اقدامات کے تناظر میں با اختیار بنانے والے اداروں اور قومی حکومت کا کردار کتنا اہم ہے۔

اسی طرح یک جہتی کے انڈیکس میں یہ شامل کیا گیا کہ کسی بھی قوم کے افراد میں اجنبیوں یا غیر ملکی افراد کی مدد کرنے کا جذبہ کتنا ہے اور وہ کس حد تک رقوم عطیہ کرنے کے جذبے کے حامل ہیں۔ اس کے علاوہ لوگوں میں رضا کارانہ خدمات کا کتنا جذبہ ہے اور سال میں رضا کارانہ سرگرمیوں میں کتنا حصہ لیتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ افراد میں اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کے ساتھ تعلقات کو استوار رکھنے کے علاوہ مشکل میں اُن کی مدد کرنے کی کتنی استطاعت ہے۔محققین کے مطابق اس نئے ماڈل کے تحت گزشتہ چار دہائیوں کے دوران عالمگیریت اور تکنیکی ترقی نے کئی اقوام کی مجموعی سالانہ قومی پیداوار میں انتہائی بڑا اضافہ کیا ہے۔لیکن اس کے ساتھ ساتھ ماحولیاتی تبدیلیاں، لوگوں میں بے اختیار ہونے اور سماج سے کٹ جانے کا احساس بھی بڑھا ہے۔

خدا ان کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں

یہ ایک نہایت ہی اہم مقولہ ہے اس میں فرد کی ترقی سے لے کر قوم کی ترقی تک کا راز مضمر ہے۔ایک قوم کی ترقی شخصی ترقی پر منحصر ہوتی ہے۔ ایک قوم اس وقت ترقی یافتہ ہوتی ہے جب اس کی عوام پرجوش ،باشعور اور باکردار ہوتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ عوام جذبہ کے ساتھ بغیر کسی انعام و اکرام کے لالچ سے محنت کرتے ہیں تو قوم ترقی یافتہ بن جاتی ہے۔ پاکستان جو کہ اسلامی ملک ہے اس میں قانون اسلام کا ہے۔ 14 اگست 1947ء کو معرض وجود میں آیا۔ اگر تاریخ پاکستان کا غور سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے سب سے پہلا کام قیام پاکستان سے پہلے قائد اعظم محمد علی جناح نے ہر فرد کی کردار سازی کی پھر 1940ء کو قرارداد پاکستان پیش کی ۔پھر سات سال ہی میں آزادی مل گئی۔پاکستان بننے کے بعد مختلف حکومتیں آئیں۔ سیاست کی گئی۔پاکستان ترقی یافتہ اس لیے نہیں کہ یہاں حکمران اچھے نہیں آئے یہ عموما سمجھا جاتا ہے۔ لیکن ایسا ہرگز نہیں عوام جیسی ہوتی ہے ویسا ہی حکمران ان ہر حکومت کرتا ہے۔ پاکستان ترقی یافتہ اس لیے نہیں کہ ہماری عوام کو شعور ہی نہیں ۔ہمارے اندر سے "اپنی مدد آپ کا جذبہ اٹھ گیا ہے ۔اپنی مدد آپ وہ اصول ہے اگر ایک شخص اس کو اپنا لے تو وہ ترقی یافتہ بن جاتا ہے اور اگر قوم کی قوم اس کو اپنا لے تو قوم ترقی یافتہ بن جاتی ہے۔آج مملکت پاکستان میں عوام یہ تو کہتی ہیں کہ فلاں حکمران کرپشن کرتا ہے جس کی وجہ سے ہم معاشی بدحالی کا شکار ہے ۔یہ بالکل صحیح ہے لیکن عوام خود کو نہیں جانچتے کہ آج ایک ریڑھی والے کو دیکھا جائے تو وہ پھل دیتا ہے اور چپکے سے صحیح پھلوں کے ساتھ خراب پھل بھی ڈال دیتا ہے۔اس کے علاوہ پاکستان کی معاشی بدحالی کے باعث حکمران بے بس ہیں وہ دوسرے ملکوں سے قرض لیتے ہیں تو عالمی اداروں کی مشکل شرائط ماننے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

قومی ترقی کی تعریف سر سید احمد خان نے یوں کی:

"قومی ترقی شخصی ترقی،شخصی محنت ،شخصی خودارادیت ،شخصی صلاحیت کا مجموعہ ہے

اسی طرح قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے -:

انسان کے لیے وہی کچھ ہے جس کے لیے وہ کوشش کرتا ہے۔

اگر قرآن کی اس آیت پر غور کیا جائے تو واضح

ہے کہ اگر پاکستانی قوم اپنی ترقی کے لیے کوشش کرے تو انھیں یہ ترقی ضرور ملے گی ۔آج ہم نے قرآن کو پس پشت ڈال دیا اور پستی کی طرف چلے گئے۔

حکمران کی ذمہ داری ہوتی کہ وہ عوام کا جذبہ بڑھائیں۔ عوام کو ملکی ترقی کی طرف راغب کریں ۔لیکن ہمارے ہاں تو حکمرانی کا دستور ہی کچھ اور ہے ۔سیاستدان عوام کی کردار سازی کی طرف توجہ بالکل ختم کر چکے ہیں ۔اگر پاکستان ترقی کی طرف گامزن ہو گا تو اسی وقت کہ پہلے عوام کی کردار سازی کی جائے ان کو ملکی ترقی میں حصہ لینے کے لیے آمادہ کیا جائے اس کے بعد سیاستدان اپنی ذمہ داریاں ادا کریں تو ملک پاکستان ترقی یافتہ ملک بن جائے گا۔ حکمرانوں سے لے کرعوام تک سب کو جذبہ "اپنی مدد آپ کے تحت کام کرنا چاہیے۔ اور پوری قوم کو متحد ہو جانا چاہیے یہ سیاسی انتقامات چھوڑ دینے چاہئیں۔ اسی طرح آج مسلمانان پاکستان کو چاہیے کہ تفرقہ بازی سے باز آ جائیں۔ اور ہرقسم کی تفریق اورگروہ بندی سے دور رہیں۔تو ملک ترقی یافتہ بن جائے گا ۔

اسلام دین فطرت ہے اس دین کو انسانوں کیلئے خود خالق کائنات نے وضع کیا ہے ۔ یہ انسانی زندگی کیلئے ایک ایسا مکمل ضابطہ حیات ہے۔یہی وہ نظام ہے جسکے قیام سے کبھی انسانیت فرط فخر و مسرت سے جھوم اٹھی تھی جس سے انسانی تہذیب وتمدن کو چار چاند لگ گئے تھے اور جس کے فیوض و برکات سے ظلم وستم کی چکیوں میں پسی ہوئی انسانیت نے سکھ اور چین کا سانس لیا تھا اور جس کے نفاذ کے بعد ایک ایسا پاکیزہ معاشرہ معرض وجود میں آیا جس کی تاریخ انسانی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے ۔ اگر کوئی افسوس ہے تو یہ ہے کہ خلافت راشدہ کے بابرکت عہد کے بعد اسلام کو انسانی سوسائٹی پر عملاً نافذ کرنے کا نہ موقع حاصل کیا گیا اور نہ موقع دیا گیا ہے بلکہ نام نہاد اسلامی حکومتوں نے اپنے اپنے اقتدار کو محفوظ کرنے کیلئے اسلام کو نافذ کرانے سے دانستہ گریز کیا ہے۔

جس زمانہ میں اسلام کو انسانی سوسائٹی پر عملاً نافذ ہونے کا موقع ملا چاہے وہ چند سو برس ہی کیلئے ملا مگر اسکے جو متحیر کن نتائج برآمد ہوئے انکے تسلیم کرنے سے منکرین اسلام کو بھی انکار کی جرات نہ ہوسکی۔ بلکہ گسٹو ورکس جس نے اسلام کا احسان یورپ پر کے نام ایک کتاب لکھی جس میں وہ یوں گویا ہیں کہ یورپ سائنسی انکشافات میں اسلام کا شکر گزار ہے اسلام ہی کے طفیل سائنس کے علماء بیکن اور نیوٹن وغیرہ پیدا ہوئے اگر مسلمانوں نے کاغذ بارود قطب نما اور دیگر آلات ترقی کو رواج نہ دیا ہوتا تو یورپ میں سائنس اور تہذیب کی چودہ سو سال پہلے جو حالت تھی وہ آج ہوتی ۔ پروفیسر حتی اپنی کتاب عرب اور اسلام میں لکھتا ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رسولﷺ اللہ کے وصال کے بعد عرب کی بانجھ زمین کو جیسے کسی نے جادو کے اثر اور زور سے مردم خیز خطہ میں تبدیل کر دیا ہے پھر تو اس خاک سے ایسے عالی ہمت اور بلند حوصلہ لوگ اٹھے کہ ان کے شمار اور صفات کے اعتبار سے ہلاکتیں ان کی نظیر نہیں ملتی۔ اسلام کی آمد عرب کی قوم بلکہ تمام کائنات ارضی کے حق میں گویا تاریکی میں روشنی آنے کے مترادف تھا سب سے پہلے عرب اس کے ذریعہ زندہ ہوا۔ اہل عرب گڈریوں کی غریب قوم تھی اس قوم میں ایک اولوالعزم پیغمبرﷺ ایسے کلام کے ساتھ جس پر وہ یقین رکھتے تھے۔ وہ تمام دنیا میں معروف ہو گئے اور ایک صدی کے اندر انہوں نے نہایت برق رفتاری سے غرناطہ سے دہلی تک کو منور کردیا ۔

ہمیں پاکستان میں اسلام کے بتائے ہوئے اصولوں کو نافذ کرنے پر زور دینا چاہیے جس میں دنیا کی دینوی و آخروی نجات کا راز مضمر ہے ۔ایسی ریاست جس میں غریب کیلئے انصاف کا الگ پیمانہ اور امیروں کے لئے الگ کا تصور ختم ہو جاتا ہے اور ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز کا بے روح پرور مناظر کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ ہمیں اس عہد کی تجدید کرنا ہو گی کہ ہم اپنی تو انا ئیاں وطن عزیز کی ترقی اور خوشحالی کیلئے صرف کرینگے۔ہم سب کو مل کر اتحاد اور یکجہتی کے ساتھ وطن کی خدمت کرنا ہو گی اور اپنے درمیان موجود ناپسند یدہ عناصر کی نشاندہی کرنا ہو گی۔ بلا شبہ یہ قوم اپنے اتحاد سے ہر سازش کا مقابلہ کرسکتی ہے۔نئی نسل کو نہ صرف آزادی کی قدر کرنی ہے بلکہ ان قربانیوں کا پاس رکھتے ہوئے وطن عزیز کی خدمت کرنی ہے۔

☆☆☆☆☆

فقہی مسائل

شبِ عید عبادت کی فضیلت

دعائیں قبول کیوں نہیں ہوتیں؟ نمازِ حاجت ادا کرنے کا طریقہ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عید کی رات عبادت کرنے والوں کے دل کبھی مردہ نہیں ہوتے

خصوصی رپورٹ

سوال نمبر: عید کی رات عبادت کرنے کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: عید کا دن جہاں خوشی و مسرت کے اظہار اور میل ملاپ کا دن ہوتا ہے وہاں عید کی رات میں کی جانے والی عبادت کی فضیلت عام دنوں میں کی جانے والے عبادت سے کئی گنا بڑھ کر ہے۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ قَامَ لَيْلَتَيِ الْعِيْدَيْنِ مُحْتَسِبًا لِلّٰهِ لَمْ يَمُتْ قَلْبُهُ يَوْمَ تَمُوْتُ الْقُلُوْب .(ابن ماجہ، السنن، کتاب الصیام، باب فیمن قام فی لیلتی العیدین، ۲: ۳۷۷، رقم: ۱۷۸۲)

جو شخص عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی راتوں میں عبادت کی نیت سے قیام کرتا ہے، اس کا دل اس دن بھی فوت نہیں ہوگا جس دن تمام دل فوت ہو جائیں گے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ أَحْيَا اللَّيَالِي الْخَمْسَ، وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ: لَيْلَةَ التَّرْوِيَةِ، وَلَيْلَةَ عَرَفَةَ، وَلَيْلَةَ النَّحْرِ، وَلَيْلَةَ الْفِطْرِ، وَلَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ .(منذری، الترغیب والترہیب، ۱: ۱۸۲)

جو شخص پانچ راتیں عبادت کرے، اس کے لئے جنت واجب ہوجاتی ہے۔ وہ راتیں یہ ہیں: آٹھ ذو الحجہ، نو ذوالحجہ (یعنی عید الاضحیٰ)، دس ذوالحجہ، عید الفطر اور پندرہ شعبان کی رات (یعنی شبِ برات)۔

سوال نمبر: ہم نماز ادا کرتے ہیں مگر ہماری دعا قبول کیوں نہیں ہوتی؟

جواب: ہم نماز پڑھتے ہیں لیکن ہماری دعا قبول نہیں ہوتی اس کی وجہ یہ ہے کہ جو چیز ہم مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ہمارے حق میں بہتر نہیں ہوتی یا اس دعا کے عوض اللہ تعالیٰ ہم سے دنیا وآخرت کی کوئی بلا ٹال دیتا ہے۔ یا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ابھی اس چیز کی عطا کا وقت نہیں آیا وہ اس کو مؤخر کر دیتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ تین سو سال بعد قبول ہوئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کی دعا مانگی جو دو ہزار سال بعد پوری ہوئی یا اس دعا کے عوض آخرت میں اجر عطا فرماتا ہے۔ یہ امور اس وقت مرتب ہوتے ہیں۔ جب بندہ مسلسل بغیر کسی گلے شکوے کے دعا کرتا رہے۔

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ اس کا جواب بڑے حسین پیرائے میں دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ. (الغافر، ۴۰: ۶۰)

تم مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔

ہم دعا کرتے ہیں مگر قبول نہیں کی جاتی اس کی وجوہات یہ ہیں:

عرفتم الله ولم تؤدوا حقه -تم نے اللہ تعالیٰ کو پہچانا مگر اس کی اطاعت نہ کی۔

قرأتم القرآن ولم تعملوا به -تم نے قرآن کریم پڑھا مگر اس پرعمل نہ کیا۔

ادعیتم حب رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم وترکتم سنتهس -تم نے محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دعویٰ کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت چھوڑ دی۔

ادعیتم عداوۃ الشیطان و وافقتموه -تم نے شیطان کے دشمن ہونے کا دعویٰ کیا مگر پھر اُسی کی موافقت کی۔

قلتم :إنکم تحبون الجنة ولم تعملوا لها - جنت کی محبت کا دعویٰ کیا مگر اس کے لیے عمل نہ کیا۔

قلتم :تخاف النار وذہبت أنفسکم بہا -تم نے کہا کہ تم نارِ دوزخ سے ڈرتے ہومگرتم اپنی جانوں کو اسی طرف لے کر گئے۔

سوال نمبر: نمازِ حاجت ادا کرنے کا طریقہ کیا ہے؟

جواب: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے یا مخلوق میں سے کسی سے کوئی حاجت در پیش آئے تو وہ وضوکر کے دو رکعت نماز ادا کرے اور پھر یہ دعا پڑھے:

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ، سُبْحَانَ اللهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ إِثْمٍ، أَسْأَلُكَ أَنْ لَا تَدَعَ لِيْ ذَنْبًا إِلَّا غَفَرْتَهُ وَلَا هَمًّا إِلَّا فَرَّجْتَهُ وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا إِلَّا قَضَيْتَهَا لِيْ.

(ابن ماجہ، السنن، کتاب إقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیہا، باب ما جاء فی صلاۃِ الحاجۃ،۲: ۱۷۱،۱۷۲، رقم:۱۳۸۴)

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ برد بار بزرگ ہے بڑے عرش کا مالک، اے اللہ تیری پاکیزگی بیان کرتا ہوں، تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے، (اے اللہ!) میں تجھ سے تیری رحمت کے ذریعے بخشش کے اسباب، نیکی کی آسانی اور ہر گناہ سے سلامتی چاہتا ہوں، میرے تمام گناہ بخش دے میرے جملہ غم ختم کر دے اور میری ہر وہ حاجت جو تیری رضا مندی کے مطابق ہو پوری فرما۔

پھر اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت کی جس بات کی طلب ہو سوال کرے وہ اس کے لیے مقدر کر دی جاتی ہے۔

2۔ ترمذی، ابن ماجہ، احمد بن حنبل، حاکم، ابن خزیمہ، بیہقی اور طبرانی نے بروایت حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کیا ہے :حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک نابینا صحابی کو اس کی حاجت برآری کے لیے دو رکعت نماز کے بعد درج ذیل الفاظ کے ساتھ دُعا کی تلقین فرمائی جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اس کی بینائی لوٹا دی۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع میں اپنی حاجت برآری کے لیے اسی طریقے سے دو رکعت نماز کے بعد دعا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ !إِنِّي أَسْأَلُكَ وَ أَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِمُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ !إِنِّي قَدْ تَوَجَّهْتُ بِكَ إِلٰى رَبِّي فِي حَاجَتِي هٰذِهِ لِتُقْضٰى، اَللّٰهُمَّ !فَشَفِّعْهُ فِيَّ.

(ابن ماجہ، السنن، کتاب إقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیہا، باب ماجاء فی صلاۃ الحاجۃ،۲: ۱۷۲، رقم:۱۳۸۵)

اے اللہ !میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے، اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ کے وسیلے سے اپنے رب کی بارگاہ میں اپنی حاجت پیش کرتا ہوں کہ پوری ہو۔ اے اللہ میرے حق میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت قبول فرما۔

☆☆☆☆☆

گلدستہ

اسلاف کی نصیحتیں

قبیلہ کے بغیر عزت اور حکومت کے بغیر دبدبہ چاہنے والے اللہ کی نافرمانی سے بچیں

مرتبہ: حافظہ سحر عنبرین

میرے اسلاف کی نصیحتیں:

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت سفیان ثوری حضرت امام جعفر صادقؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی اے رسول اللہ ﷺ کے لخت جگر! مجھے نصیحت فرمائیں۔ آپ نے ارشادفرمایا اے سفیان! جھوٹے میں مروت نہیں ہوتی، حاسد میں خوشی نہیں ہوتی، غمگین میں بھائی چارہ نہیں ہوتا اور بدخلق کے لئے سرداری نہیں ہوتی۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے پھر کہا، اے فرزند رسول! کچھ مزید نصیحت فرمائیں۔ حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، اے سفیان اللہ تعالیٰ کی منع کردہ چیزوں سے رک جا، تو عابد ہوگا، اللہ کی تقسیم پر راضی ہو، تو مسلمان ہوگا، جیسی تم لوگوں سے دوستی چاہتے ہو تم بھی ان کے ساتھ ویسی ہی دوستی رکھو، تب تم مومن ہو گے، بروں سے دوستی نہ رکھ ورنہ تو بھی برے کام کرنے لگے گا۔

حدیث مبارکہ میں ہے کہ آدمی اپنے دوست کے طریقہ پر ہوتا ہے، تم یہ دیکھو کہ تمہاری دوستی کس سے ہے۔ اور اپنے کاموں میں ان لوگوں سے مشورہ لو جو اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتے ہوں۔

حضرت سفیان ثوریؒ نے پھر عرض کی اے فرزند رسول! کچھ مزید نصیحت فرمائیں۔ چنانچہ آپ نے فرمایا: جو بغیر قبیلہ کے عزت اور بغیر حکومت کے ہیبت چاہے اسے چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ذلت سے نکل کر اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں آجائے۔

حضرت سفیان ثوریؒ نے پھر کہا، اے فرزند رسول! کچھ مزید نصیحت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا، مجھے میرے والدین نے تین بہترین ادب کی باتیں سکھائی اور ارشاد فرمایا اے بیٹے! جو بروں کی صحبت میں بیٹھتا ہے سلامت نہیں رہتا جو بری جگہ پاتا ہے متہم ہوتا ہے اور اپنی زبان کی حفاظت نہیں کرتا شرمندگی کا سامنا کرتا ہے۔

بڑوں کے آداب:

۱۔ ادب: جب اپنے سے بڑے کے ساتھ ہوں، بغیر ان کی اجازت مستقل کوئی کام نہ کرنا چاہیے۔

۲۔ ادب: اگر کسی بزرگ کا جوتا اٹھانا چاہو تو جس وقت وہ پاؤں سے نکال رہے ہوں، اس وقت ہاتھ میں مت لو کہ اس سے بعض اوقات دوسرا آدمی گر پڑتا ہے۔

۳۔ ادب: بعض اوقات بعض خدمت دوسرے سے لینا پسند نہیں ہوتا۔ سو ایسی خدمت پر اصرار نہ کرنا چاہیے کہ خود مخدوم کو تکلیف ہو اور یہ بات اس مخدوم کی صریح ممانعت یا

قرائن سے معلوم ہوتی ہے۔

۴۔ ادب: کوئی اپنا بزرگ کسی کام کی فرمائش کرے تو اس کو انجام دے کر اطلاع بھی دینا چاہیے تاکہ اس بزرگ کو انتظار سے تشویش نہ ہو۔

۵۔ ادب: (بدنی) خدمتِ شیخ پہلی ملاقات میں کرنا سخت بار معلوم ہوتا ہے۔ اگر شوق ہے تو پہلے بے تکلفی پیدا کریں۔

۶۔ ادب: (بڑوں کے پاس) کسی کے توسط سے بلاضرورت پیغام نہ پہنچائے جو کچھ کہنا ہو خود بے تکلف کہہ دے۔

۷۔ ادب: اپنے بزرگ کے ساتھ اگر ان کے بعض متعلقین کی بھی دعوت کرے تو خود ان سے نہ کہے کہ فلاں کو بھی لیتے آیئے، بعض اوقات یاد نہیں رہتا۔ نیز اپنا کام ان سے لینا خلافِ ادب بھی ہے (اس لیے ایسا نہ کہا جائے) بلکہ ان (بزرگ سے اجازت لے کر اس متعلق سے خود کہہ دے اور اس سے متعلق کو بھی چاہیئے کہ اپنے بزرگ سے رضامندی لے کر دعوت قبول کرے۔

۸۔ ادب: جب کوئی تم سے بات کرے ،تو اسے بے توجہی سے نہ سنو کہ متکلم کا دل اس سے افسردہ ہو جاتا ہے۔ خصوصاً جو تمہاری ہی مصلحت کے لیے کوئی بات کہے یا تمہارے سوال کا جواب دیتا ہو اور اس میں بھی خصوصاً جس کے ساتھ تم کو نیازمندی کا تعلق ہو وہاں بے التفاتی کرنا اور بھی قبیح ہے۔

موسم کی شدت سے بچنے کے طریقے:

☆ گرمی کی شدت زیادہ معلوم ہو تو گردن، بغل، گھٹنوں اور پیٹھ پر ٹھنڈا پانی ڈالیں۔

☆ دن کے اوقات میں بچوں کو باہر لے جانے سے گریز کریں۔ تاہم اگر لے جانا ضروری ہو تو پھر ان کو بند گاڑی میں اکیلا نہ چھوڑیں کیونکہ یہ عمل ان کے لیے خطرے کے باعث بن سکتا ہے۔ تازہ کھانا کھائیں، گرمی کے دوران تازہ اور کم کیلوریز پر مشتمل غذاوں کا استعمال کریں۔ گرمی میں چونکہ کھانا جلد خراب ہوجاتا ہے، لہٰذا کوشش کریں کہ تازہ کھانا کھائیں۔ گرم موسم میں مسالے دار غذاوں کا استعمال پسینہ کے اخراج میں اضافہ کرتا ہے، جس سے آپ کی توانائی میں کمی آتی ہے۔

ماہرین کے مطابق گرم موسم میں گرم مشروبات (چائے اور کافی)، کیفین اور الکوحل سے پرہیز کرنا چاہیے۔ اس کے برعکس پانی، لسّی اور دیسی مشروبات کا استعمال مفید رہتا ہے۔

دسترخوان:

نہاری

اجزاء : بیف 1 کلو، آئل آدھ کپ، پیاز 2 عدد، سفید زیرہ 1 چائے کا چمچ، ادرک لہسن کا پیسٹ 2 چائے کا چمچ، ہری مرچ 5 عدد، نمک حسبِ ذائقہ، سفید زیرہ پیسا ہوا ڈیڑھ چائے کا چمچ، دھنیا پیسا ہوا ڈیڑھ چائے کا چمچ، دار چینی، بڑی ایلا یچی، چھوٹی، ایلا یچی، لونگ، تیز پتہ، جائفل پیسا ہوا 2 چائے کا چمچ، لال مرچ پیسی ہوئی آدھ چائے کا چمچ، ہلدی 1 چائے کا چمچ، سونف پیسی ہوئیڈیڑھ چائے کا چمچ

ترکیب:

پکانے والے برتن میں آئل، پیاز، سفیدزیرہ ثابت ڈال کر لائٹ براؤن ہونے تک پکائیں۔

پھر ادرک لہسن کا پیسٹ ڈال کر لائٹ براؤن ہونے تک پکائیں۔ پھر بیف، ہری مرچ ثابت، نمک، زیرہ پاؤڈر، دھنیا پیسا ہوا، (دار چینی، بڑی الائچی، چھوٹی الائچی، لونگ، تیز پتہ، جائفل)، پسا ہو، لال مرچ، ہلدی ڈال کر پانچ سے سات منٹ پکائیں۔ گرم پانی ڈال کر بیف کو گالنے تک پکائیں۔ گل جانے پر تھوڑے سے پانی میں سونف ملا کر ڈال دیں۔ آپ کی بیف نہاری تیار ہے۔

☆☆☆☆☆

محترمہ انیلہ الیاس (نائب ناظمہ)، محترمہ ام حبیبہ اسماعیل (نائب ناظمہ)، محترمہ ہاجرہ قطب اعوان (ناظمہ جنوبی پنجاب) کی ملتان تنظیم نو اجلاس میں شرکت

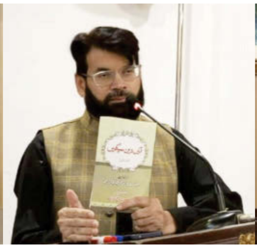

عرفان الہدایہ ڈیپارٹمنٹ کے پلیٹ فارم سے ناظمات الہدایہ اور قرآن سکالرز کے لیے سہ روزہ ٹریننگ ورکشاپ کا انعقاد

محترمہ رافعہ عروج ملک (زونل ناظمہ کشمیر) اور
محترمہ صباء اسلم (نائب زونل ناظمہ سنٹرل پنجاب A)
ڈسٹرکٹ نارووال میں لائف ممبرشپ لینے پر اسناد دیتے ہوئے

محترمہ حافظہ سحر عنبرین (ناظمہ دعوت و تربیت)
ننکانہ صاحب میں تنظیمی وزٹ کے دوران گفتگو کرتے ہوئے

محترمہ مصباح مصطفی (نائب زونل ناظمہ جنوبی پنجاب) بورے والا وزٹ میں تنظیمی وزٹ کے دوران گفتگو کرتے ہوئے

Monthly
DUKHTARAN-E-ISLAM
JULY-2022
LAHORE
Regd CPL No.45

Minhaj University Lahore

Minhaj University Lahore has **GREEN CAMPUS** with recognition of **UI GREEN METRIC WORLD RANKING** for **SUSTAINABLE INFRASTRUCTURE**

Candidates with 2-Years BA/BSc/ADP can Apply for Admission in BS 5th Semester

ADMISSIONS OPEN FALL 2022

ADP | BS | LLB | MBA | MS/M.PHIL | Ph.D

APPLY ONLINE https://admission.mul.edu.pk/

MORNING

ADP PROGRAMS

Computer Science
Computer Networking
Web Design & Development
Double Math & Physics
Botany, Zoology & Chemistry
Islamic Banking & Finance
Human Resource Management
Business Administration
Accounting & Finance
Commerce
Mass Communication
Education
Arts
English

BS PROGRAMS

Computer Science
Information Technology
Software Engineering
Chemistry
Physics
Botany
Zoology
Mathematics
Statistics
Economics
Accounting & Finance
B.Com (4 Years)
BBA
Islamic Banking & Finance
Mass Communication
Library & Information Science
Political Science
Sociology
International Relations
Education
History
Pak Studies
Peace & Conflict Studies
LLB (5 Years)
English
Urdu
Chemical Engineering
Electrical Engineering
Human Nutrition & Dietetics
Medical Lab Technology
Microbiology
Molecular Biology
Food Science & Technology
Biochemistry
Biotechnology

WEEKEND

MS/M.PHIL/MBA PROGRAMS

Computer Science
Chemistry
Physics
Botany
Zoology
Mathematics
Statistics
Economics
Accounting & Finance
Management Sciences
MBA (Professional)
MBA (Executive)
Islamic Banking & Finance
Mass Communication
Library & Information Science
Political Science
Sociology
International Relations
Theology & Religious Studies
Peace & Counter Terrorism Studies
Education
History
Pak Studies
Criminology & Criminal Justice System
English (Linguistics)
English (Literature)
Urdu
Clinical Nutrition
Food Science & Technology
Biochemistry

Ph.D PROGRAMS

Mathematics
Economics
Islamic Economics & Finance
Library & Information Science
International Relations
Political Science
Education
Urdu

Scan QR Code

Main Campus, Madar-e-Millat Road, Near Hamdard Chowk, Township, Lahore.
www.mul.edu.pk
admissions@mul.edu.pk
MinhajUniversityLahore
officialMUL

Universal Access Number (UAN)
03 111 222 685
MUL Exchange
+92 042 35145621-4 Ext: 320, 321